ماہنامہ
اہل السنۃ
Ahl Us Sunnah
اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة
May 2023
مئی ۲۰۲۳ء

چندے کا سہارا کب تک؟

مدخلی، سروری مناقشے اور خارجیت کے مظاہر

فکرِ آخرت ضروری کیوں؟

زیادتِ ثقہ کے قبول ورد سے متعلق محدثین کا موقف

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
136
نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

ماہ شوال کی خصوصیت

ماہ شوال کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد اگر کوئی اس ماہ میں چھ روزے رکھ لے تو اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب مل جائے گا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدّهْر"

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے"۔[صحیح مسلم: ۱۱۶٤]

یعنی رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والے کو پورے سال روزے رکھنے کا ثواب مل جائے گا اور اگر ہر سال اسی طرح اس نے شش عیدی روزوں کا اہتمام کیا تو گویا اس نے پوری عمر روزے رکھے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾

"جس نے نیکی کی اسے اس کے دس گنا ملے گا" [الانعام: ١٦٠]

اس واسطے ایک مہینے کا روزہ دس ماہ کے روزے کے برابر ہو گیا اور چھ دن کے روزے ساٹھ دن کے روزے کے برابر ہوئے، اس طرح بارہ ماہ یعنی مکمل ایک سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔

Ahlus Sunnah
Volume No.11, Issue No.136, May, 2023

جلد: ۱۱
شمارہ: ۱۳۶

فی شمارہ Rs. 40/-
سالانہ Rs. 400/-

مئی ۲۰۲۳ء

ماہنامہ

اھل السنۃ
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی **نگراں** : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● **گرافک ڈیزائنر** : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی، ای، او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No: 102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch
Add: Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

چندے کا سہارا کب تک؟	رشید سمیع سلفی	05
مدخلی، سروری مناقشے اور خارجیت کے مظاہر	عبدالمعید مدنی	08
فکر آخرت ضروری کیوں؟	ڈاکٹر ضیاء الحق سلفی	13
تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما (سترہویں قسط)	کفایت اللہ سنابلی	17
حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں ہمارا موقف	مامون رشید سلفی	26
سنت اور اس کی اہمیت وفوائد	ماریہ محفوظ مفلحاتی	35
زیادتی ثقہ کے قبول ورد سے متعلق محدثین کا موقف	کفایت اللہ سنابلی	39
اُن ثقہ رواۃ کا تذکرہ جن کی توثیق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے (قسط خامس)	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	49

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

چندے کا سہارا کب تک؟

رشید سمیع سلفی

رمضان کے اختتام کے بعد مدارس ایک بار پھر اخراجات سے بے پرواہو کر لمبی نیند سو جاتے ہیں، ایک مہینے کی سر توڑ محنت پورے سال کے لیے آرام مہیا کر دیتی ہے، تعلیم کی مشنری بدستور چل پڑتی ہے، سفارتی محنت سے کشید کیے گئے وسائل سے واجبات کو پورا کیا جاتا ہے، بقایاجات کو نمٹایا جاتا ہے، باقی ماندہ رقوم سے ماہ بماہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں، بعض مدارس بجٹ ختم ہونے پر درمیان سال میں بھی سفر پر نکل پڑتے ہیں، اس طرح سے رمضان سے پہلے بھی مدارس کو کمک مل جاتی ہے، یہی مدارس کا مقدر ہے اور برسوں سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے، اس طرزِ کہن کو بدلنے کی طرف ذہن سوچنے کی ہمت نہیں جٹا پاتا ہے، ہماری عافیت پسندی کسی مہم جوئی کی زحمت اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہے، مگر بدلتے حالات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، چندے کا متبادل وقت کی بہت بڑی ضرورت بن چکا ہے، کب تک اس بیساکھی کے سہارے چلیں گے؟ کبھی یہ کمزور بیساکھی ٹوٹ گئی تو کیا کریں گے؟ ملک کے حالات اور مدارس کے گرد تنگ ہوتے گھیرے کو سامنے رکھتے ہوئے ٹھوس حکمت عملی اختیار کرنا ہوشمندی کا تقاضا ہوگا، اچھی طرح سمجھ لیں کہ رنگ بدلتے قوانین کی زد میں چندہ کبھی بھی آ سکتا ہے، کورونا میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ دو سال تک پابندی کے سبب چندہ نہیں ہوا تو مدارس جانکنی کے عالم میں پہنچ گئے تھے، کتنے مدارس بند ہو گئے، کتنے قبلہ تبدیل کر لیے، اساتذہ بدحال اور زبوں حال تھے، خدا خدا کر کے لاک ڈاؤن گزرا اور ہم ماضی کو بھلا کر پرانے ڈھرے پر چل پڑے۔

کم از کم ملک کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیے، ہمارے ملک میں ایک نعرہ بڑی تکرار کے ساتھ لگایا جا رہا ہے، وہ یہ کہ ملک کو ''آتم نربھر'' بنانا ہے، بس اس نعرے سے سبق لے کر مدارس کو آتم نربھر بنانے کی ضرورت ہے، چندے میں چلنے والے کرپشن کو دور کرنے کے لیے بھی یہ تجویز بہت مناسب ہے، کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا مدارس آتم نربھر اور خود کفیل ہو سکتے ہیں؟ جی ہاں دنیا میں کوئی بھی کام ناممکن نہیں ہے، اگر ہمت، حوصلہ اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہو تو کوئی کام ناممکن نہیں ہے، وقت لگ سکتا ہے، ممکن ہے ابھی کچھ سالوں اور چندے کی دشوار گزار راہ پر آبلہ پا ہونا پڑے، مصائب و آلام کی صحراء نوردی کرنی پڑے، مگر ایک بات گرہ میں باندھ لیں کہ چندے کا مقصد سال بھر مدرسہ چلانا نہ ہو بلکہ طویل المیعاد مدرسے کی کفالت کا مستقل ذریعہ پیدا کرنا بھی ہو، الگ الگ مقاصد کے لیے الگ الگ بلڈنگیں تعمیر کرنے کے ساتھ کچھ بلڈنگیں مستقل ذریعۂ آمدنی کی غرض سے بھی تعمیر کر لی جائیں، آمدنی کے ذرائع پیدا کیے جائیں، ہمارے ملک میں بے شمار رفاہی ادارے اور این جی اوز ہیں، کیا وہ بھی قریہ قریہ روداد اور رسید لے کر دکانوں اور

آفسوں کے گرد جوتے چٹخاتے ہیں، وہ پورے سال سماجی کام کرتے ہیں، بڑے بڑے پروجیکٹ پر عمل درآمد کرتے ہیں، ان کو وسائل کیسے مہیا ہوتے ہیں، ان کو رقوم کیسے ملتی ہیں؟ آخر وہ بھی تو ڈونیشن پر چلتے ہیں، وہ بھی تو عوامی امداد پر منحصر ہوتے ہیں، دوسروں کے تجربوں سے سیکھ لینے کی ضرورت ہے، اگر ذہن سازی کی جائے تو ایک دوسرا بے داغ طریقہ بھی ہمارے لیے دریافت ہوسکتا ہے، جسے اختیار کرکے علماء ایک ماہ کی خانہ بدوشی سے نجات پا جائیں گے، وقار داؤ پر نہیں لگے گا، یاد کیجیے ان بزرگ علماء کرام کو جو بلڈ پریشر اور شوگر کی گولیاں ساتھ لے کر سفر کرتے ہیں، موسم کی سختیوں کو جھیلتے ہیں، اب تو حادثات اور وفیات کی خبریں بھی آ رہی ہیں، سوچو مدرسے کی کفالت کے لیے سفر کرنے والے شہید کی کفالت کون کرے گا؟ ان روتے بلکتے بچوں کی اشک شوئی کون کرے گا جنہیں ریل گاڑی کا شہید مولوی اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے، آج مدارس کو لے کر مصارف زکوٰۃ پر سوال بہت زیادہ اٹھنے لگے ہیں، کئی لوگوں نے اب مدارس کو دینا بند بھی کر دیا ہے، سوچیے اگر یہ ہوا ذرا اور زور سے چلی تو مستقبل کی تصویر کیا ہوگی؟ اس لیے ایک منصوبہ تخلیق کیا جائے اور اس منصوبے کے تئیں عوام الناس کی ذہن سازی شروع کر دی جائے، آخر موجودہ چندہ بھی ایک منصوبہ تھا اور طویل ذہن سازی کے بعد شروع ہوا تھا اور پورے شدومد کے ساتھ چل رہا ہے، بہت حد تک کامیابی سے ہمکنار بھی ہوا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ امت میں سرمایہ دار افراد کی کمی نہیں ہے، اس قوم کے پاس کتنی دولت ہے؟ کتنا پیسہ ہے؟ یہ لوگ جب شادیاں کرتے ہیں تو بہت زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے، ضروری ہے کہ مدارس اور دینی اداروں کے لیے دل کھول کر خرچ کرنے کی طرف عوام کی توجہ موثر انداز میں مبذول کرائی جائے، ان کو بتایا جائے کہ ہمارا دینی وجود انہی مدارس کی بدولت ہے، یہیں کے فارغ التحصیل علماء ہیں جو اصلاح و تبلیغ اور دین کی نشر و اشاعت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں، جب مدارس نہیں ہوں گے اور علماء نہیں ہوں گے تو دین کی شمع گل ہو جائے گی، اسلام کی قدریں اور روایات مرور ایام کے ساتھ معدوم ہو جائیں گی، دین کے ان قلعوں کی حفاظت اور تقویت وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے، لوگوں میں یہ ذہن پیدا کیا جائے کہ اپنے رأس المال سے ان اداروں پر خرچ کیا جائے، ایسا نہیں ہے کہ منبر و محراب سے بلند ہونے والی یہ صدائیں رائیگاں جائیں گی، تحریک و تذکیر کی آوازیں یکسر فضاؤں میں تحلیل ہو جائیں گی، یہ آوازیں کبھی کبھار کسی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں، اگر زیادہ نہیں تو چند نفوس کے سر میں کوئی سودا سما جاتا ہے، ماضی کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں، ایسے بھی بے لوث اور دریا دل گزرے ہیں جنہوں نے مساجد اور مدارس کے نام اپنی جائیدادیں وقف کر دی ہیں، دینی اداروں کو گود لے لیا ہے، شہروں میں کتنی مساجد ہیں جو قیمتی جائیدادوں پر نہ صرف چل رہی ہیں بلکہ بڑے بڑے کام بھی کر رہی ہیں، یہ سلسلہ آج بھی چل سکتا ہے، ضرورت ہے کامیاب ذہن سازی کی، اس تدبیر پر عمل درآمد کے ساتھ چندے کی موجودہ صورت حال میں ذرا تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، شہروں میں دیکھا ہے کہ اکثر چندہ

مسجد یا مدرسے کے علماء نہیں کرتے بلکہ بااثر ذمے داران کرتے ہیں، اپنے اثر ورسوخ کا بھرپور استعمال کرتے ہیں اور علماء سے زیادہ فنڈ جمع کر لیتے ہیں، اس مقصد کے لیے ذمے داران اپنی امیج، وقار اور عزت نفس کا بہت زیادہ خیال نہیں کرتے بلکہ ایک مائنڈ سیٹ بن گیا ہے اور علماء دین کو دریوزہ گری سے بچالیا ہے، دوسرے مقامات کے ذمے داروں کو بھی یہی کرنا چاہیے، وہ کون سا ادارہ ہے جس سے شہروں کے بعض تجار اور سرمایہ دار جڑے نہ ہوں اور اس ادارے سے ہمدردی نہ رکھتے ہوں، ان لوگوں کے رسوخ کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے، انہیں اس کار خیر کی اہمیت اس شدت سے بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ اس کام کو دل پر لے کر کریں، یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ عملی طور پر اس کی نظیریں موجود بھی ہیں، کتنے ایسے ہیں جو اپنے مدرسین کو سفر کے جنجال کی زحمت بھی نہیں دیتے، رسید روداد منگا کر چندہ کر کے رقوم بھیج دیتے ہیں۔

ایک بات اور عرض کرنی ہے کہ مدارس کے نام پر مکاتب اور فیک اداروں کی بڑی تعداد فیلڈ میں اتر چکی ہے، اس لیے بھی چندے کے میدان میں بہت زیادہ چیلنجز درپیش ہیں، مشکلات کے خارزار میں سب کچھ الجھ کر رہ گیا ہے، خوب اور خوب تر کی تمیز نہیں ہو پاتی ہے، صحیح اور غلط کا سراغ نہیں مل پاتا ہے کیونکہ کچھ لوگ غلط اور فراڈ لوگوں کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں، بسا اوقات تصدیق ان کے ہاتھ میں بھی نظر آتی ہے کہ زمین پر جن کا مدرسہ نظر نہیں آتا ہے، مرکزی جمعیت کو تصدیق کے معاملے میں بہت زیادہ چوکسی برتنے کی ضرورت ہے، مکاتب کے اخراجات گاؤں سے پورے کیے جا سکتے ہیں، علاقے کے لوگ اپنے رأس المال سے اس بار کو سہارا دے سکتے ہیں، فیس سے بھی کسر پوری کی جا سکتی ہے لیکن ایک ذہن یہ بن گیا ہے کہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینے میں کیا مضائقہ ہے؟ بس یونہی چلے چلو جہاں تک چلی چلے۔

اب ان اداروں کو بھی چندے کی چراگاہ لبھانے لگی ہے جو خلیجی ممالک میں اپنے رسوخ سے خطیر رقمیں سمیٹ لاتے ہیں اور نئے نئے پروجیکٹ شروع کیے رکھتے ہیں، یہاں بھی مقصد وہی ہے کہ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے، یعنی ہمارے مدرسے میں بھی وہ مخلوق پائی جاتی ہے جس کی برادری رمضان میں دودھ دینے والی گائے ثابت ہوتی ہے، اس لیے روداد رسید کے ساتھ انہیں بھی روٹ دے دیا جاتا ہے، حد تو اس وقت ہوتی ہے کہ جب گھر سے شروع ہونے والے سفر خرچ کو بھی رسید سے مہیا کر کے آگے بڑھنے کی بات کہی جاتی ہے، بے چارہ مولوی رکشے کے کرائے کے لیے ایک عدد رسید کا گاہک ڈھونڈ رہا ہوتا ہے، بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ چندے کے متبادل کی تلاش میں ہم پھر چندے پر آ کر پہنچ گئے، بس یہی کہانی ہے، ہم نے تدبیر پیش کر دی ہے لیکن عملی میدان میں اتریں تو پتہ چلتا ہے کہ بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی...... ہم سرمایہ دار اور متمول افراد کی مالی قربانی کو بطور حل پیش کر رہے تھے لیکن جب ادارے کا ذمے دار شادیوں میں شاہانہ کروفر کے ساتھ کروڑوں روپے خرچ کر رہا ہو تو ہماری تجویز خود ہم پر ہنسنے لگتی ہے اور ہم اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں، پر کوششیں رنگ لاتی ہیں، اللہ کرے کہ اس مسئلے کے حل کے اسباب غیب سے پیدا ہو جائیں کیونکہ رمضان میں علماء کا حال زار دیکھا نہیں جاتا ہے اور ہماری اصل پروبلم یہی ہے۔

مدخلی، سروری مناقشے اور خارجیت کے مظاہر

عبدالمعید مدنی

متوازن فکر اور معتدل سوچ اور پھر ان کے مطابق رویہ بنانا انسانی زندگی کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ معتدل سوچ اور معتدل رویہ انسان کے لیے کامیابی کی دلیل ہوتی ہے اور ضمانت بھی۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بلاوجہ لوگوں کی دل آزاری اور فکری و ذہنی انتشار کا سبب نہیں بنتا ہے اور نئی الجھنیں اور پریشانیاں نہیں لاتا ہے۔

عدمِ توازن کا مظاہرہ صرف ایک ڈھنگ سے نہیں ہوتا ہے اس کا اظہار بہت سے طریقوں سے ہوتا ہے اور سب سے خطرناک عدمِ توازن اس وقت یہ ہے کہ سماجی اور اجتماعی امور کے ذمہ دار اصول وضوابط کے بغیر کام کریں اور ہر شے کو اپنی مٹھی میں بند کرلیں اور فسادِ عام کا ذریعہ بنیں، اخلاقی اقدار، دینی اصول، سماجی انصاف اور منصبی ذمہ داری کی پرواہ نہ کریں۔ بس ہر شے کو اپنی نفسِ ناطقہ بنالیں اور مفادِ عامہ کو نظرانداز کرکے مفادِ ذات کا مسئلہ بنالیں اور ہر فاسق و فاجر سے تال میل کرنا کمال جانیں اور لیپ پوت کو کامیابی کا نسخہ بنالیں۔ یہ گاڑھی منافقت اور بے ایمانی انتہائی درجہ کا عدمِ توازن ہے۔ اس سے صرف فساد پھیلتا ہے اور سارا اجتماعی نظم کوڑھ زدہ بن جاتا ہے اور مشکل یہ ہے کہ بگڑی ذہنیت بگڑی قیادتیں اسے کمال سمجھتی ہیں۔

عدمِ توازن کی ایک نہایت سطحی شکل یہ ہے اور وہ بھی فسادِ عام کا نتیجہ ہے کہ انسان دین کے نام پر کسی معمولی سی بات کو اساسی اور اصولی مسئلہ بنادے، یا ایک مباح شے کو عین اسلام یا عین کفر بتانا شروع کردے۔ یا ذہنی کج یا اپج کو کلی دین کا درجہ بنادے۔ باہمی نزاعات کو عین دین بتانا شروع کردے، کفرسازی اور فتنہ سازی کو مہم جوئی بناڈالے۔ علم کی بو بھی سونگھنے کی صلاحیت نہ ہو لیکن علّامہ بننے کی کوشش کرے۔ دعوت وافتاء کا کاروبار کرنے لگے اور اس غیر ذمہ دارانہ عمل پر لوگ اچھلنا شروع کردیں۔

بے اعتدالی کی یہ ساری شکلیں اس وقت علمی و دعوتی دائرے میں نظر آتی ہیں اور ان پر اتنا اصرار ہے کہ خارجیت شاداب ہورہی ہے اور اس کے علائم صاف نظر آرہے ہیں۔ بگاڑ کی ان ساری شکلوں کو دراصل بڑھاوا بگڑی دینی قیادتوں کی بدنیتی اور بدعملی سے ملتا ہے جو سازباز اور منافقت کو اپنا وطیرہ بنالیتی ہیں اور اپنی قیادت کو مضبوط بنانے کے لیے ہر ایک سے تال میل کرنے کو اور ہر منافق کو اپنے ساتھ ٹانک لینے کو قائدانہ گن مانتی ہیں۔ ایسی قیادتیں ﴿يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ﴾ کے تحت کام کرتی ہیں اور ناکام قیادت کو بچانے کے لیے بدکاروں سے مفاہمت کو شرطِ اولیں مان اور سمجھ رکھا ہے۔ اس طرح اباحیت کا دروازہ یہی لوگ کھولتے ہیں اور ہرکہ ومہ کو فساد پھیلانے کا موقع دیتے ہیں۔

ان فتنہائے نوع بہ نوع میں اس وقت سب سے بڑا دو فتنہ ہے۔

(۱) سیکولر تعلیم کا پس منظر رکھنے والے اور رکھنے والیاں مفتی، داعی، خطیب، دینی رہنما، مربی اور مزکّی بننے کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ محراب ومنبر سنبھالتے ہیں اور ٹی وی پر آتے ہیں اور اکڑ کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ علماء نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی اس لیے میدان میں ان کو قدم رکھنا پڑا۔ ایسے ادّعا کو پبلک بھی بہت پسند کرتی ہے یہ ادّعا اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ان حضرات کو برابر یہ جدو جہد کرنی پڑتی ہے کہ علماء بے کار ہیں، کم فہم ہیں، لڑاکو ہیں، شکم پرور ہیں اس لیے وہ مسترد ہیں ان کی نہ سنو۔ اب ان کے علم سے زیادہ صاف ستھرا اور شاندار علم ان کا ہے، بہت سے اپنی شین قاف کے گاڑھے پن کی بدولت عوام سے یہ بات منوالے جاتے ہیں۔ کچھ اپنی لمبی داڑھی لمبے کرتے سے لوگوں کے دماغ پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ کچھ اپنی منصوبہ بند عیاری اور چالاکی سے لوگوں کو اپنا اسیر بنا لیتے ہیں اور علماء تک ان کی چاکری کرنے لگتے ہیں اور ان پر فدا ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ بمبئی اور مضافات بمبئی میں جماعت اہل حدیث میں ایسا ہو رہا ہے کہ انہیں محراب ومنبر مل رہا ہے۔ ورنہ تاریخ اہل حدیث میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہیں محراب ومنبر ملا ہو۔ کبھی سلفیت نے گوارا نہیں کیا کہ دینی کاموں کی انجام دہی کے لیے جو اہل نہیں ہیں انہیں یہ مقام ومنصب ملے۔ لیکن یہاں کے لوگ اور یہاں کی ڈھلمل قیادت نے یہ بھی کر دکھایا جو کبھی نہ ہوا، جو چیز کبھی جماعت میں گوارا نہیں ہو سکتی تھی اباحیت پسندی کے مزاج نے اسے پسند فرما لیا۔ اصول وضوابط کے مطابق دعوت حق کو پروان چڑھانے کے بجائے ذات و مفاد کو پروان چڑھانے اور استبداد کی دکان سجانے کے ہولناک مناظر نے ایسے ایسے لوگوں کو بڑھاوا دے دیا ہے کہ ان سے دعوت ومسلک اور جماعت کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

جمہوریت کا دور ہے (باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی) کا دور دورہ ہے۔ عوام کی پسند ناپسند معیار خطابت ودعوت ہے اور اسی راہ پر سب چل رہے ہیں۔ سب کی یہی ڈگر بن گئی ہے۔ ایسی حالت میں کون کس کو روک ٹوک سکتا ہے اور کون کس کی سن سکتا ہے۔

علومِ اسلامیہ اور دین پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ کوئی بھی سیکھے اور ان کا حق ادا کرے اور دینی میدانِ عمل سنبھالے۔ لیکن یہ کیا کہ چند کتابیں پڑھ لی گئیں، دین کے دروبست کی خبر نہیں، اصول وضوابط کا پتہ نہیں، چند تقریریں کسی بھی زبان میں رٹ لیں اور ہلدی کی ایک گانٹھ پنساری بن بیٹھے، ہر کام کے کچھ اصول وضابطے ہوتے ہیں، ان کو نظر انداز کر کے کوئی وہ کام نہیں کر سکتا نہ دنیا اسے کا اہل تسلیم کر سکتی ہے۔ الا یہ کہ جعل سازی کا پردہ حائل ہو جائے۔ دین کے اصول اور ضابطے اس سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں بھی بہت دور رس ہوتی ہیں۔

یہاں بھی ان اصول وضابطوں کے مطابق ہی اگر کام ہوتو اسے دنیا وآخرت میں درجۂ قبولیت حاصل ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔لیکن اگر جعلسازی کا پردہ حائل ہوتو سارے اصول وضوابط دکھلائی نہیں دیتے اورلوگ بے اصولی کے کاموں کو بھی سراہنے لگتے ہیں۔

(۲) دوسرا فتنہ جو اس وقت جگہ جگہ موجود ہے وہ سیکولر تعلیم یافتہ حضرات کا ہی ہے۔ یہ لوگ فکر وخیال کی انتہا پسندی کے اس عروج پر ہیں کہ ان کے نزدیک ہندوستان میں ایک بھی عالم نہیں ہے جس سے وہ استفادہ کر سکیں۔ یہ گروہ انتہائی درجہ کا سطحی، دین سے بے خبر، اجڈ اور خوش فہم ہے۔ یہ لوگ شخصیت پرست، انٹرنیٹ پرست اور ٹی وی پرست ہیں۔ان کے نزدیک نہ دین کی اہمیت ہے نہ علم کی اور نہ علماء کی۔ یہ (سفہاء الاحلام احداث الاسنان) کی ٹیم ہے۔ یہ اتنے جاہل ہیں کہ ان کو کوئی بھی عیار دین کے نام پر فریب دے سکتا ہے اور دے رہا ہے۔ان کا کل دین، ایمان، علم (ربیعی سروری) مناقشے ہیں۔

ربیعی اور سروری مناقشے کیا ہیں؟ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ڈاکٹر ربیع المدخلی ایک معتبر محدث عالم اور مصنف ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں انہوں نے تعلیم حاصل کی، چند سال انہوں نے جامعہ سلفیہ بنارس میں پڑھایا اور بقیہ عمر جامعہ اسلامیہ میں گزار دی، کلیۃ الحدیث کے استاذ سے لے کر الدراسات العلیاء کے صدر تک رہے اور ایک بہترین استاذ، صالح اور مخلص سلفی عالم کی حیثیت سے ان کی پہچان بنی۔ علامہ البانی، شیخ ابن باز، شیخ ابن عثیمین رحمہم اللہ اور شیخ صالح فوزان نے ان کی دعوتی اور تحریری کاموں کی بھرپور تائید وتوثیق کی۔

شیخ سرور زین العابدین ایک شامی سلفی عالم ہیں، انہوں نے بھی جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں تدریس کا کام کیا ہے۔ان دونوں علماء کے درمیان عقیدہ ومنہج پر کافی قلمی مباحثے ہوئے ہیں۔ جانا یہ جاتا ہے کہ شیخ سرور اخوانی تحریکیت کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں اور خاص اخوانی حاکمیت کے نظریے کے وہ حامل ہیں۔اس مناقشے نے اتنا طول کھینچا کہ موافقت مخالفت میں ربیعی اور سروری دو گروپ بن گئے۔اس مناقشے نے طول یوں بھی پکڑا کہ سید قطب سارے عالم عرب میں چھائے ہوئے تھے۔ ہر حلقے میں ان کی تحریروں کی طوطی بولتی تھی۔ شیخ ربیع نے سب سے پہلے تفصیل کے ساتھ ان کی تحریروں کا جائزہ لیا اور ان کے اندر موجود کمیوں کو آشکارا کیا، خاص کر ان کمیوں کو جن کا تعلق دین کے اصولی اور منہجی امور سے تھا۔اس پر اخوانی تحریکی اور وہ سلفی جنہوں نے اخوانیت کی شراب محبت پی رکھی تھی اور ان کی تحریکیت کو قبول کر رکھا تھا اتنے سیخ پا ہوئے کہ ان کے خلاف اندر باہر ایک محاذ کھول دیا اور انہیں مطعون اور مسترد کرنے کے سارے علمی غیر علمی حربے استعمال کر ڈالے۔ اس طرح مناقشے نے مستقلاً ایک طویل مناقشت اور منافست کی شکل

اختیار کرلی۔ یہ مناقشہ تقریباً تیس سالوں سے چل رہا ہے اور دونوں کے طرف دار بن گئے ہیں، کتاب، پمفلٹ، رسائل، ویب سائٹ اور انٹرنیٹ کے ذریعے یہ مناقشہ جاری ہے۔ یہ مناقشہ دراصل علماء کے درمیان تھا لیکن اسے عوامی بنا دیا گیا۔اسے عوامی بنانے میں فتنہ پروری کا ہاتھ ہے۔ یہی مناقشہ لوگوں کے سلفی ہونے نہ ہونے کا معیار بن گیا ہے۔جن نادانوں نے اسے معیار بنا دیا ہے اب اس معیار کے مطابق ہندوستان میں شاید کوئی سلفی عالم نہیں رہ گیا ہے۔ جہلاء اور خارجی سوچ کے سفہاء الأ حلام احداث الأ سنان ربیعی تلوار لیے سارے اہل حدیث علماء کا سر قلم کر رہے ہیں۔

بات تو اصولی طور پر شیخ ربیع ہی کی صحیح تھی لیکن مناقشات جب طول پکڑتے ہیں اور دونوں فریق بن کر اپنے لیے طرف دار بٹور لیتے ہیں تو معاملہ (دھت تیری کی) کی بن جاتی ہے اور بات ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنے تک پہنچتی ہے اور کم سے کم مناقشت میں آلودگی آجانے سے وہ عام حق و باطل کے پرکھ کا معیار نہیں رہ جاتی ہے، اسے ایک خاص دائرے سے نکال کر عام معیار نہیں بنا سکتے۔ اصلاً صحیح مناقشت سے صرف باطل کی صفائی مقصود ہوتی ہے، اس کا کام بس یہیں ختم ہو جاتا ہے، اس کا ایک خاص دائرہ ہوتا ہے، خاص ماحول اور خاص بو اور مزا ہوتا ہے۔ بڑی نادانی ہوگی کہ جھاڑو کو قلم بنایا جائے اور تیزاب کو شربت کہا جائے۔

خارجی ذہنیت کے حامل جو اپنی خاص پہچان بنانا چاہتے ہیں وہ ان مناقشات کو (تصنیف الناس) کا اصول بنائے ہوئے ہیں اور کم عقل بیٹھ بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ کون عالم ہے کون نہیں ہے؟ کون مسترد ہے کون مقبول ہے؟ کون اہل حدیث ہے کون اہل حدیث نہیں ہے؟ ان کے لیے دین کی تعلیمات بس اتنی ہیں کہ سروری ربیعی مناقشات کو پڑھیں اور آنکھ کان بند کرلیں، نہ کسی کی سننے کی ضرورت ہے نہ مزید پڑھنے کی ضرورت ہے۔ یہ سفہاء الاحلام تمام دنیا کے مسلمانوں کے متعلق حکم لگانے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں اور اگر ان کی سوچ، رویے اور حماقتوں پر کوئی خارجیت کا حکم لگا دے تو مرنے لگتے ہیں، اپنے بارے میں چھوئی موئی اور دوسروں کے متعلق صرف کانٹا ہی کانٹا، اگر یہ اتنے جری ہیں کہ دوسروں کے علم و عمل اور عقیدے کو زیر و بنا رہے ہیں تو اپنے متعلق بھی حکم سننے کا یارا رکھیں۔

جس وقت یہ مناقشہ شروع ہوا تھا شیخ ابوبکر زید نے اپنی کتاب (تصنیف الناس) لکھی، جس وقت یہ کتاب لکھی گئی اسی وقت یہ شکایت ان سے تھی کہ انہوں نے تخاذل اختیار کیا ہے، اخوانیوں نے اس کتاب کو اپنے حق میں خوب استعمال کیا لیکن اب جس طرح کم عقل ربیعی سروری مناقشے کو استعمال کر رہے ہیں کسی کو اہل حدیث کسی کو غیر اہل حدیث، کسی کو جاہل اور کسی کو عالم، کسی کو مستند اور کسی کو غیر مستند بنائے پھرتے ہیں، اب اس کتاب کی بات حقیقت بن

رہی ہے اور جہلاء اس مناقشے کو معیار بنا کر علماء کے متعلق اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ یہ رویہ اختیار کر کے ایسے لوگ خارجیت کی کئی علامتیں اپنے اندر پیدا کر چکے ہیں۔

(۱) عموماً اس فتنے میں مبتلا سیکولر تعلیم یافتہ ہیں یعنی دینی اصول ومبادی سے بے خبر ہیں۔ یعنی سفہاء الاحلام میں ان کا شمار ہے۔

(۲) ان کی اکثریت أحداث الأسنان کی ہے یعنی کم عمر الہڑ لڑکوں کی ہے۔

(۳) ان کو اپنی جانکاری پر خوش فہمی ہے، یہ فتویٰ بازی کرنے میں بڑی تیزی دکھلاتے ہیں۔

(۴) انہیں اپنے تقویٰ پر بھی بڑا غرور ہے۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔

(۵) یہ بے مسئلہ کو مسئلہ بناتے ہیں۔

(۶) یہ دین کی تعلیمات کے بجائے علماء کے مناقشات کی تبلیغ کرتے ہیں۔

(۷) یہ فساد پھیلانے میں بڑے تیز ہیں اور خاص دینی دعوت وتبلیغ میں زبردست رکاوٹ ہیں۔

ان کے اندر خارجیت کی یہ سات علامتیں موجود ہیں۔ انہیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے اور فتنہ پروری سے باز آ جانا چاہیے۔ ان کے لیے بہتر ہے کہ اپنے آس پاس کے مستند علماء سے جُڑ کے رہیں اور کسی کم عقل کے بھٹکانے سے نہ بھٹکیں۔

اور سوشل میڈیا کے ذریعہ اگر ہماری یہ آواز شیخ ربیع حفظہ اللہ تک پہنچے تو ان سے گزارش ہے کہ ان کے نام سے دوکان لگانے، فتنہ پھیلانے اور خارجیت کی ضلالت میں پڑے لوگوں کو نصیحت کریں کہ وہ ان حرکتوں سے باز آ جائیں اور فقط دین سیکھیں اور عمل کریں، اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور مسلمانوں کو اپنی گمراہیوں اور فتنوں سے بچائیں۔

دراصل اس دور میں کم عمروں اور کم عقلوں کا مزاج ہڑبونگی ہوتا ہے عموماً یہ سیاست بازی جتھہ بندی نیتائی اور شہرت کے رسیا ہوتے ہیں۔ ان کے اندر سنجیدگی اور وقار نام کی نہیں ہوتی۔ اس لیے سماجی اور اجتماعی نزاکتوں اور دینی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے الگ ڈھرا اور الگ شناخت بنانے میں بڑا لطف اٹھاتے ہیں اور فتنہ پھیلانے میں انہیں بڑا مزا آتا ہے۔

یہ اپنے رویہ سے دین، علم، علماء، شرافت ومروت اور حیا سب کی پامالی کرتے ہیں اور اچھا نوجوان بھی چھچھورا بن کر رہ جاتا ہے یا پھر انحراف اور انعزال اس کا مقدر بن جاتا ہے اور جو خود کو نیتا بنائے پھرتا ہے وہ کم سنوں اور کم فہموں کی زندگی میں زہر بھر دیتا ہے، جوان کا نیتا بنتے ہیں وہ اپنے رویے سے انتہائی درجے کے مجرم بن جاتے ہیں، ایسے ہی کم فہم کم عقل نیتا ہمیشہ نوجوانوں کی گمراہی اور بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ شیخ ربیع کے نام پر سارے سفہاء الاحلام اور احداث الاسنان سلفیت کے نادان دوست ہیں اور عقل وشرافت انہیں راست نہیں آئی اور اپنی نیتائی کی دکان کھولے ہوئے ہیں۔ اور صرف لوگوں کے بھٹکنے کا سبب بنتے ہیں۔

فکرِ آخرت ضروری کیوں؟

ڈاکٹر ضیاء الحق سلفی (للمٹیہ، گڈا، جھارکھنڈ)

یومِ آخرت پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے، اس کے بغیر کوئی بھی دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا، آخرت پر یقینِ کامل ہی دنیاوی عمل کا محرک ہے۔ جن اقوام و ملل میں اخروی زندگی کا تصور نہیں ہے ان کی بے راہ روی اور بدعملی جگ ظاہر ہے، تصورِ آخرت کے بغیر انسان دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور اسے پر تعیش بنانے، اپنی خواہشات کی تکمیل کرنے اور سامان عیش و عشرت جٹانے کے لیے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا. وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ ''لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے'' [الاعلیٰ:۱۶]

آج لوگوں کا دنیاوی عیش و عشرت کی چاہت اور مال و زر کی ہوس میں دنیا کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنا اور دنیا دنیا کی رٹ لگانا اسی فکرِ آخرت سے لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ ثَالِثٌ، وَلَا يَمْلَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ'' ''اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں بھی ہو جائیں تب بھی اس کی یہی خواہش ہوگی کہ اسے (کسی طرح) تیسری بھی مل جائے، انسان کے (لالچی) پیٹ کو سوائے (قبر کی) مٹی کے اور کوئی چیز بھر نہیں سکتی'' [جامع الترمذی: ۲۳۳۷، وصححه الألبانی]

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورہ تکاثر میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ. حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ''زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے'' [التکاثر:۱-۲]

مرنے کے بعد بروزِ قیامت دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا، رب کائنات کے سامنے اپنے اچھے برے عمل کے لیے جوابدہ ہونا پھر اس کے مطابق جنتی یا جہنمی قرار دیا جانا یہی وہ بنیادی عقائد و ایمانیات ہیں جو انسان کو دنیا میں برے کاموں سے روکتے اور نیک عمل کرنے پر ابھارتے ہیں۔ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی لالچ اور عذابِ جہنم کی ہولناکیوں کا خوف ہی مومنوں کو راہِ اعتدال پر قائم اور صراطِ مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔ جو کہ اسلام کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہب کے ماننے والوں میں معدوم ہے۔ کیونکہ ان کے یہاں اپنی موت اور دنیا کے زوال پذیر ہونے پر یقین تو ہے لیکن مرنے کے بعد کی اخروی زندگی اور اس میں اپنے کئے ہوئے دنیاوی اعمال کی جزا و سزا کا تصور نہیں۔ اس لیے ان کی ساری بھاگ دوڑ کا محور دنیا اور اس کی لذتوں کا حصول ہے اور بس۔

ان کے برعکس اہلِ ایمان کے دل ہمیشہ ذکر الٰہی اور فکرِ آخرت سے موجزن ہوتے ہیں، وہ اہلِ دنیا کی طرح شیطانی

بہکاوے میں آ کر دنیا کی دل فریبیوں اور رعنائیوں سے لونہیں لگاتے، نہ ہی اس کی چمک دمک، مال ومتاع، جاہ ومنصب اور عزت وشہرت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ان کے نزدیک یہ دنیا اور اس میں موجود تمام چیزیں عارضی اور ناپائیدار ہیں، جو ایک دن بہرِ صورت فنا ہو جائیں گی۔اس کے بعد جو آخرت کی زندگی شروع ہوگی وہی ناختم ہونے والی اور پائیدار ہے۔

بندۂ مومن کی نگاہ ہمہ وقت اس حقیقت پر ہوتی ہے کہ یہ دنیا بہر حال دارِ فانی ہے اور اس میں کسی کو بقا ودوام حاصل نہیں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ''جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۔اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی'' [الرحمٰن: ٢٦-٢٧]

ہر کسی کو ایک نہ ایک دن یہاں سے کوچ کرنا ہے پھر حشر کے دن انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جہاں دربارِ الٰہی میں ان کی پیشی ہوگی اور ان سے دنیاوی زندگی کا پورا پورا حساب لیا جائے گا، فرمان الٰہی ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ ''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے'' [آل عمران:١٨٥]

پس جس نے دنیا میں ذرہ برابر بھی نیک عمل کیا ہوگا وہ اس کا بہتر بدلہ پائے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی اسے اس کر سزا ملے گی۔فرمان الٰہی ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ. وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا'' [الزلزلة:٧-٨]

اسی وجہ سے ایک صاحبِ ایمان دنیا سے کبھی دل نہیں لگاتا نہ ہی اس سے دھوکہ کھاتا ہے، اس کے نزدیک یہ دنیا دار العمل ہے ''**الدنيا مزرعة الآخرة**''، [المقاصد الحسنة للسخاوی: ٣٥١] اور آخرت دار الجزاء۔وہ دنیا کو لہو ولعب اور دھوکے کے سامان سے زیادہ حیثیت نہیں دیتا اور اپنی ساری توجہ اخروی زندگی کو سنوارنے اور اسے خوشگوار بنانے پر مرکوز رکھتا ہے۔اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے اندر کئی مقامات پر دنیا کی بے ثباتی کو اجاگر کر کے اسے کھیل، تماشے اور دھوکے کا سامان قرار دیا ہے۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ

مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ ''خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل، تماشا، زینت اور آپس میں فخر (وغرور) اور مال واولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں اس کو تم دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی تو نہیں''

[الحديد: ۲۰]

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی بے شمار احادیث میں امت کو دنیا کی الفت ومحبت سے دور رہنے اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ آخرت کی فکر میں گزارنے کی تلقین کی ہے اور فرمایا وہ شخص دانشمند اور دور اندیش ہے جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنی عاقبت کی کامیابی وسرخروئی کے لیے کوشاں رہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے'' [الحشر: ۱۸]

دراصل جب انسان کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ بروز قیامت اسے رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی وہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ دنیا والوں کی اس پر نظر ہو نہ ہو پر مالک کائنات اسے ضرور دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا برائی کی طرف اس کے بڑھتے ہوئے قدم بھی رک جائیں گے اور وہ ہر طرح کی برائی سے اپنے دامن کو بچا کر رکھے گا اور اپنے صحیفۂ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ آخرت کی رسوائی سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

قرآن وحدیث کی اَن گنت آیات واحادیث ایسی ہیں جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے دنیاوی امور سے دوری اختیار کرنے اور تا اخروی معاملات کی فکر کرنے پر ابھارتی ہیں۔ نیز تراجم وسیر کی کتابیں صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اکابرین امت کے واقعات سے بھری پڑی ہیں جن کی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جب بھی ان کے سامنے جنت وجہنم یا آخرت کے تذکرے ہوتے وہ زار وقطار رونے لگتے، ان کی سسکیاں نکل جاتیں اور کئی دنوں تک ان کے دلوں کا سکون اور آنکھوں کی نیندیں غائب ہو جاتیں، جب کبھی کسی قبرستان سے ان کا گزر ہوتا یا کسی جنازے میں شریک ہوتے تو مرنے کے بعد کی زندگی کے تصور سے ہی ان پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی، آنکھیں بھر آتیں اور وہ دنیا کی لذتوں سے دوری اختیار کر لیتے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا اوراس کی لذتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اکثر دنیا سے مخاطب ہوکر کہتے: ”**غیری غیری**......“ ،[نهج البلاغة لشريف رضى:١٥٨/٢] جا میرے علاوہ کسی اور کا پیچھا کر (میں تیری چکا چوند سے بہکنے والا نہیں)، میں نے تجھے طلاق بائن دے دیا ہے، جس کے بعد میرے لئے رجوع کرنا جائز نہیں۔ اور اہل دنیا کو یاد دلاتے ہوئے فرماتے: ”دنیا کی الٹی گنتی (یعنی دنیا اپنے اختتام کی جانب تیزی سے رواں دواں ہے) جاری ہے اور آخرت برابر ہماری طرف بڑھی چلی آ رہی ہے جبکہ دنیا وآخرت دونوں کے کچھ بیٹے (پیچھے بھاگنے والے) ہیں۔ تو تم دنیا کے پرستار نہ بنو، بلکہ آخرت کی فکر کرنے والے بنو۔ کیونکہ آج دنیا میں عمل کرنے کا موقع ہے، حساب نہیں اور کل قیامت کے دن حساب وکتاب ہوگا عمل نہیں“ [صحيح البخارى:٦٤١٧]

اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اسی کو ایک بہترین مثال کے ذریعہ یوں سمجھایا: ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یعنی یہاں جو بوؤ گے کل قیامت کے دن وہی کاٹو گے“ (قد سبق مصدرہ)۔

اسلام نے دنیا کو آخرت کے لیے گزرگاہ قرار دیا ہے، یعنی ایسی جگہ جہاں سے زادِ آخرت لے کر آگے نکل جانا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ تاکید فرمائی: ”**كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ**“ ”کہ دنیا میں تم ایک اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی گزارو“ [صحيح البخارى:٦٤١٦]

یعنی دنیا میں تمہاری زندگی کا سفر ایک مسافر کے سفر کی مانند ہونا چاہئے، جس طرح مسافر کے لیے زادِ راہ کا ہونا لازمی ہے اسی طرح ایک مومن کے لیے اس دنیاوی سفر میں آخرت کا توشہ (نیک عمل) ضروری ہے اور جس طرح مسافر کا مطمح نظر راستہ نہیں بلکہ اس کی منزل ہوتی ہے اسی طرح مومن کی منزل مقصود دنیا نہیں بلکہ آخرت ہونی چاہئے۔

دنیا کے فتنوں سے بچنے اور آخرت کی یاد تازہ رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ موت کو بکثرت یاد کیا جائے اور قبرستان کی زیادہ سے زیادہ زیارت کی جائے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے: ”**أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ: يَعْنِي الْمَوْتَ**“ ”کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو بکثرت یاد کیا کرو“ [سنن ابن ماجة:٤٢٥٨،والترمذى:٢٣٠٧]

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا: ”**زُورُوا الْقُبُورَ، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ**“ ”قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی رہیں گی“ [سنن ابن ماجة:١٥٦٩،صحيح]

لہٰذا ہمیں دنیا کی آلائشوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے اپنی زندگی کے لمحات فکر آخرت، ذکر الٰہی اور اطاعت رسول میں گزارنی چاہئے، تاکہ رب کی خوشنودی حاصل ہو اور ہماری اخروی زندگی جنت کی نعمتوں سے شاد کام ہو سکے۔ رب العالمین ہمیں اس کی توفیق ارزانی بخشے۔ آمین

(سترہویں قسط)

تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

دوسری علت: ثقات کی مخالفت:

ابوالنعمان عارم کے علاوہ اس حدیث کو حماد بن زید ہی کے طرق سے پانچ ثقہ رواۃ نے نقل کیا ہے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی متن میں غیر مدخولہ والے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

یہ چار رواۃ درج ذیل ہیں:

سلیمان بن حرب عن حماد بن زید (صحیح مسلم ۳/۱۰۹۹، رقم (۱۴۷۲)

عفان بن مسلم عن حماد بن زید (مصنف ابن أبي شيبة، ت الحوت: ۴/۶۹، وإسنادہ صحیح)

یحییٰ بن آدم عن حماد بن زید (المسند المستخرج علی صحیح مسلم ۴/۱۵۳، وإسنادہ صحیح)

خالد بن خداش عن حماد بن زید (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۴۰ وإسنادہ صحیح)

محمد بن أبي نعیم عن حماد بن زید (سنن الدارقطنی ۵/۸۰ وإسنادہ حسن)

نوٹ: دارقطنی کی سند میں محمد بن ابی نعیم صدوق ہیں ان کی توثیق پر تفصیل گزر چکی ہے۔

اس کے علاوہ ابوالنعمان عارم نے سند کے دیگر طبقات کے رواۃ کی بھی مخالفت کی ہے مثلاً:

اسی طریق میں ایوب سے اوپر موجود إبراہیم بن میسرۃ سے ابن جریج نے بھی یہی روایت نقل کی ہے انہوں نے بھی غیر مدخولہ والے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔[مستخرج أبي عوانة: ۳/۱۵۳، وإسنادہ صحیح وصرح ابن جریج بالسماع]

اسی طرح إبراہیم بن میسرۃ سے اوپر موجود امام طاؤس سے یہی روایت درج ذیل رواۃ نے نقل کی ہے:

ابن طاؤس عن طاؤس (صحیح مسلم: ۳/۱۰۹۹، رقم (۱۴۷۲)

عمرو بن دینار عن طاؤس (مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۹۲ وإسنادہ صحیح)

نوٹ: مصنف عبدالرزاق کی سند میں عمر بن حوشب ہے یہ ثقہ ہے، اس کی توثیق پر بحث گزر چکی ہے۔

ان دونوں رواۃ نے بھی غیر مدخولہ والے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

اسی طرح طاؤس سے اوپر موجود صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ابن أبي ملیکہ نے نقل کی ہے۔[سنن

الدارقطنی :١٠٤/٥ ، المستدرك :١٩٦/٢ ،وقال:هذا حديث صحيح الإسناد]

ابن أبي ملیکہ نے بھی غیر مدخولہ والے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں، ان کی روایت کی سند پر بھی تفصیل گزر چکی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ ابوالنعمان عارم نے صرف یہ کہ حماد بن زید کے دیگر شاگردوں کی مخالفت کی ہے بلکہ سند کے دیگر طبقات کے رواۃ کی بھی مخالفت کی ہے، اسی علت کی بنا پر امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلول قرار دیتے ہوئے کہا:

”كذا في هذه الرواية قبل أن يدخل بها وبها أخذ إسحق بن راهويه وخلق من السلف جعلوا الثلاث واحدة في غير المدخول بها وسائر الروايات الصحيحة ليس فيها قبل الدخول ولهذا لم يذكر مسلم منها شيئا “

”سنن ابی داؤدوالی روایت میں ایسے ہی غیر مدخولہ کا ذکر ہے اور یہی موقف اسحاق بن راھویہ اور سلف کی ایک جماعت نے اپنایا ہے کہ غیر مدخولہ کو دی گئی تین طلاق ایک شمار ہوگی، اور اس سلسلے کی دیگر جتنی بھی صحیح روایت ہیں ان میں سے کسی میں بھی غیر مدخولہ کی صراحت نہیں ہے، اسی لئے امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سلسلے کی جو روایات پیش کی ہیں ان میں ایسا کوئی لفظ ذکر نہیں کیا ہے“[إغاثة اللهفان:١/٢٨٥]

امام ابن القیم رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ انہوں نے دوسرے مقام پر اس روایت کی سند کو جو صحیح کہا تو وہاں اس شذوذ پر ان کا دھیان نہیں رہا ورنہ وہاں بھی اس روایت کی تضعیف ہی کرتے جیسے یہاں کیا ہے۔

۞ تیسری علت: ایوب کے مجهول اساتذہ:

اس سند میں ایوب نے جن سے روایت کیا ہے ان میں سے کسی کا نام ذکر نہیں ہے بلکہ غیر واحد کہہ کر سب کو مبہم کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان نامعلوم ومجہول لوگوں کے سبب بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

قاضی عیاض بن موسیٰ أبوالفضل (المتوفی ۵۴۴) فرماتے ہیں:

”أما قول الراوي: حدثني غير واحد، أو حدثني الثقة، أو حدثني بعض أصحابنا، فهذا لا يدخل في باب المقطوع ولا المرسل ولا المعضل عند أهل الصناعة، وإنما يدخل في باب المجهول “

”اہل فن کے نزدیک اگر راوی یہ کہے کہ: مجھ سے کئی ایک نے بیان کیا ہے، یا مجھ سے ثقہ نے بیان کیا ہے، یا مجھ سے

میرے بعض ثقہ اساتذہ نے بیان کیا ہے، تو ایسی حدیث مقطوع، مرسل، یا معضل وغیرہ میں شمار نہ ہوگی بلکہ مجہول سے روایت شمار ہوگی'' [إكمال المعلم بفوائد مسلم: ٥/٢٢٢]

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٧٦) نے بھی قاضی عیاض کا یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''قال القاضي إذا قال الراوي حدثني غير واحد أو حدثني الثقة أو حدثني بعض أصحابنا ليس هو من المقطوع ولا من المرسل ولا من المعضل عند أهل هذا الفن بل هو من باب الرواية عن المجهول''

''قاضی عیاض فرماتے ہیں اہل فن کے نزدیک اگر راوی یہ کہے کہ: مجھ سے کئی ایک نے بیان کیا ہے، یا مجھ سے ثقہ نے بیان کیا ہے، یا مجھ سے میرے بعض ثقہ اساتذہ نے بیان کیا ہے، تو ایسی حدیث مقطوع، مرسل، یا معضل وغیرہ میں شمار نہ ہوگی بلکہ مجہول سے روایت شمار ہوگی'' [شرح النووي علىٰ مسلم: ١٠/٢١٩]

دراصل جب کوئی راوی سند میں مبہم واسطہ ذکر کرے اور نام ظاہر نہ کرے تو بعض اہل علم ایسی سند کو منقطع اور مرسل وغیرہ بھی کہتے ہیں، تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ چونکہ راوی نے سند میں واسطہ بالکل ساقط نہیں کیا بلکہ مبہم ہی سہی مگر ذکر کیا اس لئے ایسی سند کو منقطع وغیرہ تو نہیں کہیں گے البتہ واسطہ میں نام ذکر نہیں ہے اس لئے اسے مجہول سے روایت کرنا کہیں گے۔

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٧٦) رحمہ اللہ قاضی عیاض کی بات کی تائید کرتے ہوئے اور ایسی روایت کا حکم واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وهذا الذي قاله القاضي هو الصواب لكن كيف كان فلا يحتج بهذا المتن من هذه الرواية لو لم يثبت من طريق آخر''

''قاضی عیاض نے جو یہ بات کہی ہے وہی درست ہے (یعنی ایسی روایت کو منقطع وغیرہ نہیں بلکہ مجہول سے روایت کہیں گے) تاہم اسے کوئی بھی نام دیں بہرصورت ایسی سند سے آنے والی حدیث سے حجت نہیں لی جائے گی جب تک کہ وہ دوسرے طریق سے ثابت نہ ہوجائے'' [شرح النووي على مسلم: ١٠/٢١٩]

معلوم ہوا کہ کوئی راوی غیر واحد کہہ کر اپنے کئی اساتذہ کے واسطے روایت بیان کرے تو اس کے اساتذہ کے مجہول ہونے کے سبب اس کی روایت مردود ہوگی۔ سنن ابی داؤد کی اس روایت کا بھی یہی حال ہے، اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٧٦) نے ابوداؤد کی اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا:

”وأما هذه الرواية التى لأبى داؤد فضعيفة رواها أيوب السختيانى عن قوم مجهولين عن طاؤس عن ابن عباس فلا يحتج بها “

’’یہ روایت جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے ضعیف ہے، کیونکہ ایوب السختیانی نے مجہول لوگوں کے واسطے سے طاؤس عن ابن عباس سے روایت کیا ہے لہٰذا اس سے دلیل نہیں لی جاسکتی‘‘ [شرح النووی علی مسلم: ۷۲/۱۰]

اسی طرح حافظ عبدالعظیم المنذری (المتوفی ٦٥٦) نے بھی اس روایت کو اسی سبب ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا:

”الرواة عن طاؤس مجاهيل “

’’طاؤس سے روایت کرنے والے رواۃ مجہول ہیں‘‘ [مختصر سنن أبی داؤد للمنذری ت حلاق: ۵۲/۲]

’’غیر واحد‘‘ سے روایت میں محدثین کا منہج:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی راوی یا محدث کسی حدیث کو اپنے کئی اساتذہ سے سنا ہوتا ہے جس میں سب یا اکثر ثقہ ہوتے ہیں تو وہ بوقت روایت اپنے اساتذہ کا نام نہیں لیتا بلکہ غیر واحد کہہ کر بیان کرتا ہے، لہٰذا ایسی روایت صحیح مانی جائے گی۔

عرض ہے کہ:

☆ اولاً:

اوپر وضاحت کی جاچکی ہے کہ اگر کوئی محدث یا راوی اپنے اساتذہ کا نام لئے بغیر حدیث بیان کرتا ہے تو اہل فن کے نزدیک اس کے اساتذہ کو مجہول مانا جاتا ہے اور اس کی روایت صحیح تسلیم نہیں کی جاتی، جیسا کہ قاضی عیاض اور امام نووی کا حوالہ گزرا بلکہ قاضی عیاض نے اسی قول میں یہ بھی صراحت کردی ہے کہ اگر راوی اپنے استاذ کو ثقہ بتائے لیکن نام نہ بتائے تو بھی اس کے استاذ کو مجہول ہی مانا جائے گا۔

قاضی عیاض نے ایسا اس وجہ سے کہا کیوں کہ وہ راوی گرچہ اس کے شاگرد کی نظر میں ثقہ ہو لیکن دوسروں کی نظر میں ضعیف بھی ہوسکتا ہے اس لئے اس کا نام ظاہر کرنا ضروری ہے۔

☆ ثانیاً:

کسی روایت میں متعدد اساتذہ ہونے پر محدثین کا عمومی طرز عمل یہی ہوتا ہے کہ وہ سب کا نام ذکر کرتے ہیں، یا کم از کم ان میں سے کسی ایک کا نام ذکر کرتے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک کا بھی نام ذکر نہیں کیا تو ان کی

حدیث ضعیف شمار ہوگی، بطور مثال چند اسانید ملاحظہ ہوں جن میں رواۃ نے غیر واحد سے نقل کیا ہے مگران میں سے کم ازکم ایک کا نام لیا ہے:

حدثنا علی بن مسلم، حدثنا هشيم، أخبرنا غير واحد منهم:مغيرة، وفلان ورجل ثالث أيضا، عن الشعبی......[صحيح البخاری :رقم:٦٤٧٣]

حدثنا محمد بن المثنى، وابن بشار، قال:حدثنا ابن أبی عدی، عن سعيد، عن قتادة، قال:حدثنی غير واحد لقی ذاک الوفد، وذكر أبا نضرة......[صحيح مسلم :رقم:١٨]

حدثنا أبو بكر محمد بن زنجويه البغدادی، وغير واحد قالوا:حدثنا الحسين بن محمد قال......[سنن الترمذی ت شاكر :رقم:٤]

نیز دیکھئے: [سنن ترمذی حديث نمبر:٦٦، ٢٦٨، ٣٠٥، ٤٣٠، ٥٢٤]

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مخصوص طرز عمل:

بعض لوگ علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے علامہ معلّمی کی کتاب ''التنکیل'' کے حاشیہ میں یہ وضاحت کی ہے کہ ابراہیم جب بغیر واسطہ ذکر کئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو ان کی روایت صحیح ہوگی ، کیونکہ ابراہیم کے اساتذہ جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سب کے سب ثقہ ہیں، لہٰذا یہاں بھی اگر ایوب نے غیر واحد کے واسطے سے طاؤس سے روایت کیا ہے تو ان کی روایت بھی صحیح ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایوب کے اساتذہ جو طاؤس سے روایت کرتے ہیں سب کے سب ثقہ ہیں۔

عرض ہے کہ:

☆ **اولاً:**

ماقبل میں قاضی عیاض اور امام نووی رحمہ اللہ کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا جاچکا ہے کہ اہل فن کے یہاں ایسے مجہول واسطوں والی حدیث ضعیف ہی ہوتی ہے لہٰذا اس کے برخلاف عصر حاضر کے علماء کا موقف غیر مقبول ہے۔ واضح رہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا یہ موقف بھی صرف ایک خاص طریق سے متعلق ہے وضاحت آگے آرہی ہے۔

☆ **ثانیاً:**

علامہ معلّمی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابراہیم کی بلا واسطہ روایت پر کئی اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی کیا تھا کہ ممکن ہے ابراہیم کے واسطے والے راوی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہ سنا ہو۔

علامہ معلّمی رحمہ اللہ نے ایسا اس وجہ سے کہا کیونکہ انہوں نے اس سلسلے میں ابراہیم نخعی کا قول تہذیب سے نقل کیا تھا جس میں ابراہیم کا قول ان الفاظ میں تھا:

"وإذا قلت قال عبد اللّٰہ فھو عن غیر واحد عن عبد اللّٰہ"۔

اگر میں کہوں کہ: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تو یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے کئی رواۃ کے واسطے سے ہے'' [تھذیب التھذیب لابن حجر، ط الھند: ۱۷۸/۱]

اس قول پر علامہ معلّمی رحمہ اللہ نے کہا:

''لا یدفع الانقطاع لاحتمال أن یسمع إبراھیم عن غیر واحد ممن لم یلق عبد اللّٰہ''

''اس سے انقطاع دور نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ابراہیم نے ان غیر واحد سے روایت کیا ہو جن کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی نہ ہو'' [التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الأباطیل: ۸۹۸/۲]

تہذیب والے قول پر علامہ معلّمی رحمہ اللہ کا یہ اعتراض بالکل درست ہے کیونکہ اس میں ابراہیم نے یہ صراحت نہیں کی ہے کہ ان کے واسطے والے غیر واحد کون ہوں گے؟ کیا یہ ابن مسعود رضی للہ عنہ کے شاگرد ہی ہوں گے؟ یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ایسے لوگ ہوں گے جن کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی نہ ہو۔

تو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابراہیم کا قول تہذیب کے بجائے طبقات ابن سعد سے نقل کیا جس میں ابراہم کے یہ الفاظ تھے:

إذا قلت: ''قال عبد اللّٰہ فقد سمعته من غیر واحد من أصحابه''

ابراہیم کہتے ہیں: ''کہ جب میں کہوں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تو اس بات کو میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں سے سنا ہوتا ہے'' [الطبقات الکبریٰ ط دار صادر: ۲۷۲/۶، وإسنادہ صحیح]

ابراہیم کے اس قول کو پیش کرتے ہوئے علامہ البانی رحمہ اللہ نے واضح کیا کہ اس میں ابراہیم نے یہ بھی صراحت کردی ہے کہ جب میں بلا واسطہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کروں تو یہ روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں سے میں نے سنی ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس میں اس احتمال کی گنجائش نہیں ہے جسے علامہ معلّمی رحمہ اللہ نے پیش کیا تھا اسی لئے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس دوسرے حوالے کو پیش کر کے ان پر رد کیا اور علامہ معلّمی کو معذور بھی جانا کیونکہ انہوں نے تہذیب والے الفاظ کی بنا پر اعتراض کیا تھا جس میں واقعی اس اعتراض کی گنجائش تھی، چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں:

”وإذا تأمل الباحث في قول إبراهيم من غير واحد من من أصحابه يتبين له ضعف بعض الإحتمالات التي أوردها المصنف على ثبوت رواية إبراهيم إذا قال: قال ابن مسعود، فأن قوله: من أصحابه يبطل قول المصنف أن يسمع إبراهيم من غير واحد ممن لم يلق عبد الله، كما هو ظاهر. وعذره في ذلک، أنه نقل قول إبراهيم هذا من التهذيب، ولم يقع فيه قوله: من أصحابه الذي هو نص في الاتصال“

”جب ایک محقق ابراہیم کے قول ”**من غير واحد من أصحابه**“ (ابن مسعود کے کئی شاگردوں سے) پر غور کرے گا تو اس کے لئے علامہ معلّمی کا وہ اعتراض کمزور ظاہر ہوگا جو انہوں نے ”**إبراهيم إذا قال: قال ابن مسعود**“ (ابراہیم جب کہیں کہ ابن مسعود نے کہا) کے ثبوت پر وارد کیا تھا، کیونکہ ابراہیم کا ”**من أصحابه**“ (ابن مسعود کے شاگردوں) کی صراحت کرنا علامہ معلّمی کے اس احتمال کو غلط ثابت کرتا ہے کہ ابراہیم نے ان غیر واحد سے نقل کیا ہو جن کی ابن مسعود سے ملاقات ہی نہ ہو، جیسا کہ ظاہر ہے اور علامہ معلّمی کا عذر یہ ہے کہ انہوں نے ابراہیم کا یہ قول تہذیب سے نقل کیا جس میں ”**من أصحابه**“ (ابن مسعود کے شاگردوں) کے الفاظ نہیں ہیں جو اتصال پر دلالت کرتے ہیں“ [التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل: ۸۹۸/۲ حاشيه: ۱]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ:

اگر علامہ البانی رحمہ اللہ کو طبقات ابن سعد میں ابراہیم کے قول میں ”**من أصحابه**“ (ابن مسعود کے شاگردوں) کی صراحت نہ ملتی تو وہ بھی علامہ معلّمی رحمہ اللہ سے متفق ہوتے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بلاواسطہ ابراہیم کی روایت کو اس لئے صحیح کہا کیونکہ خود ابراہیم نخعی نے یہ صراحت کردی ہے کہ میں ایسی روایت کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے ہی نقل کرتا ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے شاگرد جو ابراہیم کے استاذ ہیں ثقہ ہیں۔

اب ذرا سنن ابی داؤد والی زیر بحث روایت کو دیکھئے اس میں ایوب نے طاؤس سے غیر واحد کے واسطے سے نقل کیا ہے۔

لیکن کیا ابراہیم نخعی کی طرح ایوب نے بھی کہیں پر یہ صراحت کی ہے کہ میں جب طاوس سے غیر واحد کہہ کر نقل کرتا ہوں تو یہ روایت طاوس کے کئی شاگردوں کے ذریعہ ہوتی ہے؟

یقیناً ایوب نے کہیں پر بھی ایسی کوئی صراحت نہیں کی ہے۔ لہٰذا ان کی طاوس سے غیر واحد کے ذریعہ روایت میں یہ احتمال رہے گا کہ انہوں نے ایسے واسطوں سے نقل کیا ہو جن کی طاوس سے ملاقات ہی نہ ہو۔

اس لئے بعض دیوبندی حضرات کا طاوس کے ان ثقہ شاگردوں کی لسٹ پیش کرنا جن سے ایوب روایت کرتے ہیں بالکل غلط ہے، کیونکہ ایوب نے کہیں پر بھی صراحت نہیں کی ہے کہ انہوں نے جن واسطوں سے طاوس سے نقل کیا ہے وہ لوگ طاوس کے شاگرد ہی ہیں۔ لہٰذا یہاں ایوب کے واسطے میں موجود لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کی طاوس سے ملاقات ہی نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابراہیم کی روایت کو تو صحیح کہا ہے لیکن زیر بحث سنن ابی داود کی روایت کو قطعاً صحیح نہیں کہا ہے بلکہ اسے ضعیف قرار دیتے ہوئے اس کی پہلی وجہ یہی بتائی کہ ایوب اور طاوس کے بیچ جو واسطہ ہے وہ نامعلوم ہے، چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: ”هذا إسناد ضعيف، وله ثلاثُ عِللٍ: جهالةُ الواسطة بين أيوب وطاوس، واختلاطُ أبي النُّعمان -واسمه: محمدُ بنُ الفضل-، وتفرُدُه بقوله: قبل أن يدخل بها .

”یہ سند ضعیف ہے، اس میں تین علتیں ہیں، اول: ایوب اور طاوس کے بیچ واسطہ نامعلوم ہے۔ دوم: ابوالنعمان اس کا نام محمد بن الفضل ہے یہ مختلط ہے۔ سوم: یہ غیر مدخولہ والے الفاظ بیان کرنے میں منفرد ہے“ [ضعيف أبي داؤد: ٢٣٣/٢]

نیز ”سلسلہ ضعیفہ“ میں حافظ منذری سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”وأعله المنذري في مختصر السنن (١٢٤/٣) بقوله: الرواة عن طاؤس مجاهيل “

”حافظ منذری نے مختصر السنن (١٢٤/٣) میں یہ کہتے ہوئے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے کہ: طاوس سے روایت کرنے والے رواۃ مجہول ہیں“ [سلسلة الأحاديث الضعيفة: ٢٧٢/٣]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہاں یہ وہ بات بالکل نہیں کہی جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابراہیم کی روایت سے متعلق کہی ہے، بلکہ ایوب اور طاوس کے درمیان کے رواۃ کو مجہول ہی گردانا ہے۔

اس وضاحت کے بعد عرض ہے کہ ایوب کے اساتذہ میں کئی رواۃ بالاتفاق ضعیف ہیں اور کئی جمہور کے نزدیک

ضعیف، مختلف فیہ اور مدلس رواۃ بھی ہیں، لہٰذا زیر بحث حدیث کی سند میں ایوب کے نامعلوم اساتذہ انہی ضعیف ومجروح وغیرہ لوگوں میں سے بھی ہوسکتے ہیں، لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہے۔

☆ ثالثاً:

اگر یہ فرض بھی کرلیں کہ یہاں ایوب نے اپنے جن اساتذہ سے روایت کیا ہے وہ سب طاؤس کے شاگرد ہی ہیں تو بھی سند صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ ایوب کے جو اساتذہ طاؤس کے شاگرد ہیں ان میں بعض ضعیف، بعض مدلس اور بعض نامعلوم ہیں، مثلاً:

ابوامیہ عبدالکریم بن أبی المخارق یہ بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔

یہ ایوب کا استاذ ہے۔ دیکھئے: [المعجم الأوسط: ۳۲۱/۸]

اور یہ طاؤس کا شاگرد بھی ہے، دیکھئے: [صحیح البخاری تحت الرقم: ۱۱۲۰، مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی: ۳۷/۲، مسند الحمیدی رقم: ۵۰۲، ص: ٤٤٠]

قتادۃ بن دعامۃ السدوسی یہ مشہور مدلس راوی ہیں۔

یہ ایوب کے استاذ ہیں۔ دیکھئے: [تهذيب الكمال للمزی: ٤٥٨/٣]

اور یہ طاؤس کے شاگرد بھی ہیں، دیکھئے: [تاريخ ابن أبی خيثمة: ٣٠٩/٣، وإسناده صحيح]

واضح رہے کہ قتادہ کے بعض قدری عقیدہ کے سبب طاؤس ان سے ناراض تھے، لیکن قتادہ ان کے پاس طلب علم کے لئے جاتے رہتے تھے، نیز فریق مخالف غیر مدخولہ کی طلاق سے متعلق طاؤس کا جو فتویٰ نقل کرتے ہیں اسے طاؤس سے قتادہ ہی روایت کرتے ہیں، کما سیاتی۔

”رجل“. ”ایک شخص“۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں أیوب، عن رجل، عن طاؤس کے طریق سے ایک روایت ہے۔ [مصنف بن أبی شيبة ت عوامة: ۲۹۲/۱٦]

یہ رجل (شخص) ایوب کا استاذ بھی ہے اور طاؤس کا شاگرد بھی ہے، مگر یہ ہے کون؟ اس کا کچھ پتہ نہیں!

یادرہے کہ ایوب نے یہاں مجرد واسطہ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ ایک رجل (شخص) کا ذکر کیا ہے، یہ ”رجل“ ایوب کے دیگر معروف اساتذہ کے علاوہ بھی کوئی ہوسکتا ہے۔

جاری ہے.........

حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں ہمارا موقف

مامون رشید بن ہارون رشید سلفی

حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ آج کل کچھ لوگ سفاک، ظالم، فاسق وفاجر اور گستاخِ صحابہ حجاج بن یوسف ثقفی کی تعریفیں اور خوبیاں بیان کرتے نظر آ رہے ہیں، جس کی خباثت، ظلم وعدوان اور اللہ کے حدود کی پامالی ضرب المثل ہے جو بالتواتر اور بالاجماع ثابت ہے۔

لہٰذا ہر وہ تحقیق مردود، باطل اور ساقط الاعتبار ہے جو حجاج کو اچھا ثابت کرے اور اس کو مظلوم اور ناحق بدنام باور کرائے، بعید نہیں کہ مستقبل میں کوئی محقق اٹھے اور نیا شگوفہ چھوڑتے ہوئے عبداللہ بن سبا، مسیلمہ کذاب، مختار ثقفی، عمرو بن عبید، واصل بن عطا، نظام معتزلی، چنگیز خان، ہلاکو خان اور ہٹلر وغیرہ میں سے کسی کو ہیرو بنا کر پیش کرے، اس کا دفاع کرے، اسے مظلوم ومفتریٰ علیہ ثابت کرے اور اس کی خوبیاں بیان کرے!!!

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یأتی علی الناس زمان یصلون فیه علی الحجاج بن یوسف الثقفی"

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ حجاج بن یوسف ثقفی کے لیے رحمت کی دعا کریں گے" [أخرجه عباس الدوری فی تاریخ ابن معین: ۳/۵۰۶ ومن طریقه أبو بکر الخلال فی السنة :۳/ ۵۲۵ وإسناده صحیح]

اس کا دو مفہوم ہے:

اول: بعد کے زمانوں میں حجاج سے بھی زیادہ سخت گیر اور ظالم وجابر حکمران آئیں گے جن کی نسبت حجاج کو اچھا سمجھا جائے گا اور اس کے لیے رحمت کی دعا کی جائے گی۔

دوم: لوگ دینی غیرت سے اس قدر عاری ہو جائیں گے کہ وہ حجاج کے لیے عذر تلاش کریں گے اور اسے اچھا سمجھیں گے جس طرح گمراہی کے اماموں کے ساتھ لوگوں کا معاملہ ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے حجاج کو مخاطب کر کے کہا:

"أَمَا إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابًا وَمُبِيرًا، فَأَمَّا الْكَذَّابُ فَرَأَيْنَاهُ، وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَلَا إِخَالُكَ إِلَّا إِيَّاهُ، قَالَ: فَقَامَ عَنْهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا"

"سنو! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ بنو ثقیف میں ایک بہت بڑا کذاب اور ایک بہت بڑا سفاک ہوگا،

کذاب (مختار ثقفی) کو تو ہم نے دیکھ لیا اور رہا سفاک تو میں نہیں سمجھتی کہ وہ تیرے علاوہ کوئی اور ہوگا، تو وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور انہیں کوئی جواب نہ دے سکا" [رواه مسلم: ٢٥٤٥]

امام نووی اور شیخ احمد الشمنی کہتے ہیں: "علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کذاب سے مراد مختار ثقفی اور سفاک سے مراد حجاج ہے۔[شرح النووی علیٰ صحیح مسلم: ١٠٠/١٦، حاشية الشفا بتعريف حقوق المصطفى :٣٤٠/١]

صحیح سند کے ساتھ مسند احمد (۲۶۹۷۴) کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"يخرجُ من ثقيفٍ كذَّابانِ الأخرُ منهما أشرُّ من الأولِ وهو مُبيرٌ"

"ثقیف میں دو بڑے کذاب پیدا ہوں گے جن میں سے دوسرا پہلے سے زیادہ بدترین ہوگا اور وہ سفاک ہوگا"

حجاج کے چند معروف جرائم:

(۱) حجاج بلاوجہ اور معمولی غلطیوں کی وجہ سے خون بہانے میں ضرب المثل ہے جس کے لیے ثبوت اور دلیل کا مطالبہ سورج اور چاند کے اثبات کے لیے دلیل کے مطالبے کے مترادف ہے۔

ہشام بن حسان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"أحصوا ما قتل الحجاج صبرا، فبلغ مائة ألف وعشرين ألف قتيل"

"حجاج نے بلا کسی جرم کے جن لوگوں کو قتل کیا تھا انہیں شمار کیا گیا تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار پہنچی" [جامع الترمذی: ٢٢٢٠، وسنده صحيح]

(۲) حجاج نے یقینی طور پر جلیل القدر صحابی عبداللہ بن الزبیر کو قتل کروایا تھا، سر تن سے جدا کرنے کے بعد جسد خاکی کو سولی پر لٹکایا، ان کی لاش کی بے حرمتی کی اور انتہائی ناروا سلوک کیا تھا۔[صحيح مسلم :٦٤٩٦، العقد الفريد :١٦٤/٥، سير أعلام النبلاء: ٣٦٣/٣ـ ٣٨٠، البداية والنهاية :١٧٧/١٢ـ١٨٦]

(۳) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حجاج بن یوسف نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ انتہائی بدترین برتاؤ کیا تھا، ابونوفل بیان کرتے ہیں: "کہ جب حجاج کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی لاش کے پاس کھڑے ہونے کی خبر پہنچی تو اس نے کارندے بھیجے، ان (کے جسد خاکی) کو کھجور کے تنے سے اتارا گیا اور جاہلی دور کے یہود کی قبروں میں پھینک دیا گیا، پھر اس نے (ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کارندہ بھیجا، انہوں نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا، اس نے دوبارہ قاصد بھیجا کہ یا تو تم میرے پاس آ ؤ گی یا پھر میں تمہارے پاس ان لوگوں کو بھیجوں گا جو تمہیں تمہارے بالوں

سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئیں گے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر انکار کر دیا اور فرمایا: میں ہرگز تیرے پاس نہ آؤں گی یہاں تک کہ تو میرے پاس ایسے شخص کو بھیجے جو مجھے میرے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے جائے، کہا: تو حجاج کہنے لگا: میرے جوتے لاؤ، اس نے جوتے پہنے اور اکڑتا ہوا تیزی سے چل پڑا، یہاں تک کہ ان کے ہاں پہنچا اور کہا: تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم نے اس پر اس کی دنیا تباہ کر دی جبکہ اس نے تمہاری آخرت برباد کر دی، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو اسے دو پیٹیوں والی کا بیٹا (ابن ذات النطاقین) کہتا ہے، ہاں، اللہ کی قسم! میں دو پیٹیوں والی ہوں، ایک پیٹی کے ساتھ میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھانا سواری کے جانور پر باندھتی تھی اور دوسری پیٹی وہ ہے جس سے کوئی عورت مستغنی نہیں ہوسکتی'' [صحیح مسلم :٦٤٩٦]

اس میں تین باتیں بڑی اہم ہیں:

پہلی بات: حجاج نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مددگار صحابیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ ''یا تو تم میرے پاس آ ؤ گی یا پھر میں تمہارے پاس ان لوگوں کو بھیجوں گا جو تمہیں تمہارے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئیں گے''۔

دوسری بات: حجاج نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو ''اللہ کا دشمن'' کہا، جن کی صحابیت، تقویٰ وطہارت، عبادت اور تلاوت قرآن معروف ومسلّم ہے۔

تیسری بات: حجاج حضرت عبداللہ بن الزبیر کو ''ابن ذات النطاقین'' کا طعنہ دیا کرتا تھا، اب اس سے بڑی کمینگی کیا ہوسکتی ہے کہ ایک شخص صحابیٔ رسول کو ان کی ماں کا طعنہ دے اور وہ بھی اس چیز کی وجہ سے جو باعث شرف وفخر ہے۔

واضح رہے کہ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مروان یا ولید کے خلاف خروج نہیں کیا تھا بلکہ حجاج اس کے ساتھیوں اور ان کے آقاؤں نے عبداللہ بن الزبیر کے خلاف خروج وبغاوت کیا تھا، جیسا کہ امام نووی فرماتے ہیں:

''ومذهب أهل الحق أن ابن الزُّبَيْرِ كانَ مَظْلُومًا وأنَّ الحَجّاجَ ورُفْقَتَهُ كانُوا خوارِجَ عَلَيْهِ''

کیونکہ ربیع الآخر ٦٤ ہجری میں جب معاویہ بن یزید بن معاویہ کی وفات ہوئی اور انہوں نے کسی کو جانشین مقرر نہیں کیا، تو ان کی وفات کے بعد تقریباً دو ماہ کچھ دنوں تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوسکی اور لوگ بغیر خلیفہ کے رہے، یہاں تک کہ اسی سال اکیسویں رجب کو مکہ میں لوگوں نے عبداللہ بن الزبیر کے ہاتھوں بیعت کر لی، اور عراق، حجاز، یمن،

خراسان اور مشرقی علاقوں کے لوگ بھی انہی کے تابع ہو گئے، اس کے بعد مصر اور شام کے لوگوں نے مروان بن الحکم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا، اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن الزبیر آٹھ سال تک حج کی امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے، یہی اہلِ حق اہلِ سنت کا موقف ہے۔[المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبي: ٣٥٦/٣، شرح النووي علىٰ صحيح مسلم: ١٠٠/١٦، البحر المحيط الثجاج للأثيوبي: ١٨٠/٤٠ ـ ١٩٦]

(۴) حجاج نے جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تھی، وہ بر سر منبر کہتا تھا: ''جہاں تک ہو سکے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس میں کوئی استثناء نہیں، اور امیر المومنین عبدالملک (بن مروان) کی بات سنو اور اطاعت کرو، اس میں کوئی استثنا نہیں، اللہ کی قسم! اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ مسجد کے فلاں دروازے سے باہر جاؤ اور وہ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل جائیں تو میرے لیے ان کے خون اور مال حلال ہوں گے، اللہ کی قسم! اگر میں مضر کے بدلے قبیلۂ ربیعہ کی گرفت کروں تو یہ میرے لیے اللہ کی طرف سے حلال ہے، کون ہے جو مجھے ہذیل کے غلام (عبداللہ بن مسعود) کی طرف سے معذور سمجھے، اس کا خیال ہے کہ اس کی قرأت اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی قسم! یہ (اس کی قرأت) تو بدویوں کے رجز (چھوٹے چھوٹے شعروں) کی مانند ہے، اللہ نے اسے اپنے نبی ﷺ پر نازل نہیں کیا ہے''۔[رواه أبو داؤد: ٤٦٤٣، وصححه الألباني، ووردت آثارٌ بنفس المعنى في سنن أبي داؤد: ٤٦٤٤، ٤٦٤٥]

اس میں تین باتیں ہیں:

اول: حجاج کا بلا وجہ قتل وخوں ریزی میں اسراف کا ثبوت کہ وہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مسجد سے اس کے بتائے ہوئے دروازے کے علاوہ کسی دوسرے دروازے سے نکل جائے تو اس کا خون حلال ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حجاج عثمانی اموی تھا، وہ ان کی طرف حد درجہ جھکاؤ رکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان (امویوں) کی مخالفت کفر ہے اور اس بنیاد پر خون حلال سمجھتا تھا اور اس سلسلے میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا تھا''۔[البداية والنهاية: ١٣١/٩]

حجاج بنو امیہ کے تعلق سے کس قدر مبالغہ آرائی کرتا تھا، اندازہ کریں کہ منبر پر کھڑے ہو کر کہتا ہے: ''ہم میں سے کسی کا قاصد جو اس کے کسی کام میں مشغول ہو، وہ اس کے لیے زیادہ محترم ہوتا ہے یا اس کا وہ نائب جو اس کے اہل میں ٹھہرا ہوا ہو؟'' (سنن أبي داؤد ۴۶۴۲، ڈاکٹر عبدالرحمٰن فریوائی حفظہ اللہ نے ''مجلس علمی دارالدعوہ دہلی'' کی طباعت میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ''ربیع بن خالد الضبی'' ہیں جو اس قول کو حجاج سے روایت

کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے ''تقریب التھذیب'' میں انہیں ثقہ کہا ہے ان کے علاوہ کسی اور نے اس راوی کی توثیق نہیں کی ہے، اس لیے شیخ البانی، شعیب ارنؤوط اور حافظ زبیر علی زئی رحمہم اللہ نے اسے مجہول قرار دیتے ہوئے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)

علامہ ابوالحسن محمد عبدالہادی سندھی لکھتے ہیں: ''گویا اس نے - معاذ اللہ - مروانیین کو انبیاء سے افضل قرار دینا چاہا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے خلفاء ہیں، اگر اس نے یہ مراد لیا ہے تب تو وہ کافر ہو گیا ہے، وہ کس قدر حق سے دور اور گمراہ ہے - ہم اللہ سے عفو و عافیت کے طلبگار ہیں - ورنہ (اس کے علاوہ) تو اس کی بات کا کوئی معنیٰ سمجھ میں نہیں آتا ہے''۔

[فتح الودود فی شرح سنن أبی داؤد للسندی: ٤٤٣/٤]

شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام سے ظالم حجاج کا مقصد عبدالملک بن مروان وغیرہ امراء بنوامیہ کو انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار دینا ہے، کیونکہ انبیاء صرف اللہ تعالیٰ کے قاصد اور ان کے احکامات کو پہنچانے والے تھے، جبکہ عبدالملک وغیرہ امراء بنوامیہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء تھے، اور خلفاء (نائبین) کا درجہ پیغامبروں سے بالاتر ہوتا ہے، اگر یہ اس کی مراد ہے جیسا کہ ظاہری طور پر پتا چلتا ہے اور اس کا یہ مراد لینا کوئی بعید بات نہیں ہے، جیسا کہ اس کے احوال کی تفصیلات سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں تو یہ بڑا بدترین مغالطہ ہے جو بلاشبہ اسے کافر قرار دیتا ہے'' [عون المعبود ٢٥٧/١:٢]

اسی طرح امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: [البداية والنهاية: ١٣١/٩]

دوم: حجاج کسی کو سزا دینے کے لیے وجہ اور سبب کا محتاج نہیں تھا بلکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق نمرود و فرعون کی طرح جسے چاہتا سزا دیتا اور جسے چاہتا چھوڑ دیتا تھا، چنانچہ وہ کہتا ہے: ''اگر میں مضر کے بدلے قبیلہ ربیعہ کی گرفت کروں تو یہ میرے لیے اللہ کی طرف سے حلال ہے''۔

سوم: حجاج خطبوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود کو ''ہذیل کے غلام'' کا طعنہ دیتا تھا اور انہیں برا بھلا کہتا تھا اور کہتا کہ یہ سب کرنے پر لوگ مجھے معذور سمجھے اور کوئی مجھے ملامت نہ کرے، وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کی اپنی الگ قرأت کے قائل تھے جو ان کے بقول انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سیکھی تھی۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس پر تعلیق لگاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ حجاج - اللہ اسے ذلیل و رسوا کرے - کی ڈھٹائی، بدکلامی اور حرام خون میں پیش پیش رہنے کی دلیل ہے''۔ [البداية والنهاية: ١٢٨/٩]

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اللہ حجاج کو غارت کرے، وہ اللہ کے تعلق سے کس قدر دلیر تھا، اس نے مرد حق عبد

اللہ بن مسعود کے بارے یہ بات کیسے کہہ دی''!! (تاریخ الإسلام ۶/ ۳۲۰)

اسی طرح حجاج نے صحابیٔ رسول سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی گستاخی کی تھی، چنانچہ اس نے دیہات میں رہنے کی وجہ سے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: ''اے ابن اکوع! کیا تم مرتد ہو گئے ہو اور دیہات میں رہنے لگے ہو''؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ حجاج کی بد خلقی تھی کہ اس نے حقیقتِ حال سے آگاہی کے بغیر اس جلیل القدر صحابی سے اس طرح کے بدترین اسلوب میں بات کی، کہا جاتا ہے کہ اس نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا سو اس نے وہ بہانا بیان کر دیا جس کے ذریعے وہ انہیں قتل کا مستحق ٹھہرا سکے'' [صحیح البخاری :۷۰۸۷، صحیح مسلم :۱۸۶۲، فتح الباری: ۴۱/۱۳]

(۵) حجاج نماز کی ادائیگی میں کوتاہی برتتا تھا اور اسے وقت نکل جانے کے بعد ادا کرتا تھا، اسی طرح لوگوں سے ناحق زکوۃ وصول کرتا تھا، تابعی محمد بن عمرو بن الحسن بن علی بیان کرتے ہیں: ''حجاج نمازوں میں تاخیر کر دیتا تھا تو ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا......'' [صحیح مسلم :٦٤٦] **ابوعوانہ نے مستخرج کے اندر اضافہ کیا ہے:** ''**وَكَانَ يُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ**'' ''کہ حجاج نماز کو اس کے (شرعاً مقررہ) وقت سے تاخیر کر کے پڑھتا تھا'' [مستخرج أبي عوانة ط الجامعة الإسلامية :۳۳۵/۳، سنن الدارمی :۱۲۲۲]

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے عدی بن ارطاۃ کو خط لکھا:

''بلغني أنك تستن بسنن الحجاج ، فلا تستن بسننه ، فإنه كان يصلي الصلاة لغير وقتها، ويأخذ الزكاة بغير حقها، وكان لما سوى ذلك أضيع''

''مجھے خبر ملی ہے کہ تم حجاج کی راہ پر گامزن ہو، سنو تم اس کے راستوں پر ہرگز نہ چلنا، وہ بے وقت نماز پڑھتا تھا اور ناحق زکوۃ وصول کرتا تھا اور اس کے علاوہ امور میں تو اور بھی گیا گزرا تھا'' [تاریخ دمشق: ۱۸۷/۱۲، سیرة عمر بن عبد العزيز لابن الجوزی :ص:۸۸، البداية والنهاية ط الفكر :۱۳۶/۹]

(۶) حجاج نے سعید بن جبیر جیسے جلیل القدر تابعی اور عالم دین کو قتل کیا تھا، حرم مکی کا محاصرہ کیا تھا اور اہل مکہ کا کھانا پانی تک بند کر دیا تھا، یہاں تک کہ مکہ پر باہر سے منجنیقوں کے ذریعے حملہ کیا جس کی وجہ سے کئی پتھر خانۂ کعبہ کو لگے اور اس کے کچھ حصے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ [تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۳٤/۲۸، البداية والنهاية ط الفكر :۳۲۹/۸، تاريخ الإسلام للذهبی :۷۵۹/۲]

(۷) حجاج کس قدر خبیث اور بدبخت تھا اس کا اندازہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اس قول سے لگائیے، فرماتے ہیں:

''اگر قومیں خباثت میں ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی پر اتر آئیں اور ہر قوم اپنا اپنا خبیث انسان لے آئے اور ہم حجاج کو لے آئیں تو ہم ان سب سے بازی لے جائیں گے، وہ نہ تو دین کے حق میں اچھا تھا اور نہ ہی دنیا کے لئے''
[المجالسة وجوهر العلم للدينوري: ٥/ ٢٥، حلية الأولياء: ٥/ ٣٢٥، تاريخ دمشق: ١٢/ ١٨٥، سيرة عمر بن عبد العزيز لابن الجوزي :ص:١١٢]

یہی وجہ ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے اسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے مسلط کردہ عذاب قرار دیا تھا، فرماتے ہیں:
''حجاج اللہ کا عذاب ہے لہٰذا تم اللہ کے عذاب کو اپنے ہاتھوں سے دور کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ تم عاجزی اور گریہ وزاری کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ﴾

''اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی''[المؤمنون:٧٦][الطبقات الكبرىٰ لابن سعد :١٦٤/٧، منهاج السنة النبوية: ٥٢٩/٤]

(۸) حجاج کے کرتوتوں کو دیکھتے ہوئے ائمۂ سلف کی ایک جماعت نے اسے کافر قرار دیا ہے، شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وكفره جماعة، منهم سعيد بن جبير والنخعي ومجاهد والشعبي وعاصم بن أبي النجود وغيرهم"
''اور ایک جماعت نے اسے کافر قرار دیا ہے، جن میں سعید بن جبیر، نخعی، مجاہد، شعبی اور عاصم بن ابی النجود وغیرہم ہیں''[مرعاة المفاتيح :١٧٤/٩]

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَشْهَدُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ بِالطَّاغُوتِ كَافِرٌ بِاللّٰهِ، يَعْنِي الحَجّاجَ"

''میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ طاغوت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کا منکر ہے یعنی حجاج''[الإيمان لابن أبي شيبة وصححه الألباني في تحقيقه، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي: ١٨٢٣، تاريخ دمشق: ١٨٧/١٢]

امام نخعی جب بھی حجاج کا تذکرہ کرتے تو فرماتے: ''ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو''[الإيمان لابن أبي شيبة: ٩٦، وصححه الألباني في تحقيقه له]

مزید فرماتے ہیں: ''كفى بمن يشكُ في أمرِ الحجاج لحاهُ اللّٰه'' ''جو حجاج کے معاملے میں شک کرتا ہے اس (کی تباہی) کے لیے یہی کافی ہے، اس (حجاج) پر اللہ کی لعنت ہو''[الإيمان لابن أبي شيبة: ٩٨، وسنده صحيح]

امام طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عَجبًا لإخواننا مِنْ أَهْلِ العِرَاقِ، يُسَمُّوْنَ الحَجَّاجَ مُؤْمِنا"

''ہمارے عراقی بھائیوں کا معاملہ بھی بڑا نرالہ ہے کہ وہ حجاج کو مومن سمجھتے ہیں''[الإيمان لابن أبي شيبة: ٩٥، وصححه الألباني في تحقيقه له، والسنة لعبد الله بن أحمد: ٦٧١، والسنة للخلال: ١١٦٥، ١٥٣١]

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قيل لسعيد بن جبير: خرجت على الحجاج؟ "إني والله ما خرجت عليه حتى كفر"

سعید بن جبیر سے کہا گیا کہ آپ نے حجاج کے خلاف بغاوت کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم جب تک وہ کافر نہیں ہوگیا تب تک میں نے اس کے خلاف بغاوت نہیں کی''[تاريخ دمشق: ١٨٣/١٢، التمهيد لابن عبد البر: ٢٦٢/١٢، بغية الطلب في تاريخ حلب: ٢٠٤٩/٥، البداية والنهاية ط الفكر: ١٣٦/٩]

نوٹ: سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے اس قول سے ان تحریکیوں اور خارجیوں کا استدلال باطل ہو جاتا ہے جو سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے خروج کرنے سے ظالم حکمران کے خلاف خروج کے جواز پر استدلال کرتے ہیں، کیونکہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اس وقت خروج کیا تھا جب انہیں لگا کہ حجاج کافر ہو چکا ہے اور یہی اہل السنہ کا منہج ہے کہ جب تک حکمراں کافر نہ ہوجائے اس کے خلاف بغاوت حرام ہے۔

امام اعمش کہتے ہیں: ''کہ لوگوں کا حجاج کے بارے میں اختلاف ہوگیا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ تم کس سے سوال کرنا پسند کروگے؟ تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا: مجاہد سے، چنانچہ وہ ان کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا تو امام مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: **"تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّيْخِ الكَافِرِ"** ''تم لوگ مجھ سے کافر بوڑھے کے بارے میں سوال کر رہے ہو''![حديث أبي الفضل الزهري: ٢٧٤، تاريخ دمشق لابن عساكر: ١٨٧/١٢، البداية والنهاية ط الفكر ١٣٦/٩]

اسی طرح کی باتیں قاسم بن مخیمرہ اور عاصم بن ابی النجود وغیرہما سے بھی منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:[تاريخ دمشق: ١٨٥/١٢-١٨٨، حلية الأولياء: ٨١/٦]

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری خطرناک باتیں ہیں جو حجاج کی ضلالت وگمراہی اور فسق وفجور پر دلالت کرتی ہیں جن کی تفصیلات[وفيات الأعيان: ٢٩/٢-٤٦، تاريخ دمشق: ١١٢/١٢-٢٠٢، تاريخ الإسلام: ٣١٠/٥-٣١٦، ٣١٤/٦-٣٢٧، البداية والنهاية: ١١٦/٩-١٣٩] میں دیکھی جاسکتی ہے۔

انہی اسباب کی بنا پر علماء کرام کی ایک بڑی تعداد نے حجاج کے لیے بددعائیں کی ہے اور اس کے حق میں ''قبحہ اللہ، أخزاہ اللہ، أقصاہ اللہ، أبعدہ اللہ، لحاہ اللہ'' جیسے جملے استعمال کئے ہیں، جن میں ابن عبد ربہ، خطابی، ابن عبد البر، عجلی،

قرطبی، ابن عساکر، سمین الحلبی، سبط ابن الجوزی، ذہبی، ابن کثیر، ابن عبدالہادی، ابن الملقن، مرتضیٰ زبیدی، محمد رشید رضا اور محمد مختار شنقیطی وغیرہم رحمہم اللہ ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وہ ناصبی تھا، آل مروان بنوامیہ کی طرف داری میں حضرت علی اور ان کے ساتھیوں سے بغض رکھتا تھا، وہ بڑا جابر اور شرکس تھا، معمولی شبہ کی بنیاد پر خون بہانے کے لئے تیار رہتا تھا، اس سے ایسے بدترین اور قبیح الفاظ منقول ہیں جو ظاہری طور پر کفریہ ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، چنانچہ اگر اس نے ان چیزوں سے توبہ کرلی ہے اور پورے طور پر رجوع کرلیا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ اس کے سر باقی ہیں، لیکن اندیشہ ہے کہ وہ چیزیں کسی حد تک بڑھا چڑھا کر نقل کی گئی ہیں کیونکہ کئی وجوہات کی بنا پر شیعہ اس سے شدید بغض رکھتے تھے''۔[البداية والنهاية ط الفكر: ۱۳۲/۹-۱۳۳]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وہ بڑا ظالم وجابر، ناصبی، خبیث اور انتہائی سفاک تھا۔ پس ہم اسے برا بھلا کہیں گے اور نہ ہی اس سے محبت کریں گے، بلکہ اللہ کے واسطے ہم اس سے بغض رکھیں گے، یقیناً یہی ایمان کا سب سے مضبوط درجہ ہے، اس کے کچھ حسنات ہیں جو اس کی گناہوں کے سمندر میں پوشیدہ ہیں اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے''۔[سير أعلام النبلاء ط الحديث :۱۹۹/۵]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حجاج انتہائی بڑا مجرم، ظالم وجابر، فاسق وفاجر، سفاک وبے رحم، اللہ کے حدود کو پامال کرنے والا اور صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والا انسان تھا، اس نے چند اچھے کام بھی کیے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''**إنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هذا الدِّينَ بالرَّجُلِ الفاجِرِ**'' [صحيح البخاري :۶۶۰۶، صحيح مسلم :۱۱۱] کہ اللہ تعالیٰ فاجر وگنہگار شخص کے ذریعے بھی اس دین کی مدد لیتا ہے، لیکن اس کے ان عظیم وکثیر اور سنگین ترین گناہوں کے بیچ ان چند نیکیوں کا ذکر آٹے میں نمک کے برابر ہے، لہٰذا ہمیں ہرگز اس سے محبت یا ہمدردی نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی اس کی خوبیاں بیان کرنی چاہیے، بلکہ اس سے نفرت کرنی چاہیے اور اس کے تعلق سے دل میں بغض رکھنا چاہیے، اسی طرح تعیین کے ساتھ اس پر لعن طعن کرنے یا اس کی تکفیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا حق ہے، بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کردینا چاہیے۔[مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية :۴۷۵/۲۷]

البتہ مجھے ان اہل حدیثوں پر شدید افسوس اور تعجب ہوتا ہے جو ایک دو صحابی پر اعتراض کرنے کی وجہ سے مودودی، سید قطب اور ان جیسے لوگوں پر تو خوب تنقید کرتے ہیں لیکن اپنی تحقیق اور صلاحیت منوانے کے چکر میں اتنے سارے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والے شخص جسے رسول اللہ نے کذاب اور سفاک کہا ہو اور علماء کی ایک جماعت نے جس کی تکفیر کی ہو، اس کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں!

سنت اور اس کی اہمیت و فوائد

ماریہ محفوظ مفلحاتی

سب سے پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ ہمارے لیے سب سے بہترین ہدایت، رہنمائی اور سب سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم قرآن ہے، اسی طرح سے دین اسلام میں سنت کی بھی وہی شرعی حیثیت ہے جو قرآن کی ہے کیونکہ سنت قرآن کی تفسیر اور تشریح ہے، قرآن کو سمجھنے کے لیے سنت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے سنت کے بغیر قرآن کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا مشکل ہے، زندگی کے ہر معاملہ میں قرآن و سنت پر عمل کرنا ہدایت و کامیابی کی ضمانت اور ان کو ترک کرنا ضلالت و گمراہی اور نقصان کا باعث ہے۔

مسلمانوں کو تمام عمر جس بات کا سب سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے وہ ہے اپنے تمام حرکات وسکنات مثلاً کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا اور ہنسنا رونا وغیرہ یہاں تک کہ جب بندہ قضائے حاجت کو بھی جائے تو اپنے رسول کی سنت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے جائے، چنانچہ رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنا اور صبح سے لے کر شام تک اپنی ساری کی ساری زندگی کو آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق منظّم کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔

جس طرح توحید کی ضد شرک ہے اسی طرح سنت کی ضد بدعت ہے، اگر عقیدہ اور اعمال کی بربادی میں شرک کا پہلا نمبر ہے تو بدعت دوسرے نمبر پر فائز ہے افسوس کہ آج مسلم معاشرے میں مختلف طریقوں اور ناموں سے بے شمار بدعات و خرافات کا سلسلہ جاری ہے، ایسے ایسے اعمال جن کا قرآن وسنت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں اور لوگ اسے دین کا حصہ سمجھ کر انجام دے رہے ہیں وہ تمام امور بدعات میں شمار کیے جائیں گے، اکثر مسلمان بدعت کو سنت سمجھ کر عمل کر رہے ہیں۔

لہٰذا ایک مسلمان کے لیے سنت اور بدعت میں تفریق کی سمجھ ہونا لازم ہے، ہم مختصراً سنت اور بدعت پر تبصرہ کریں گے۔

سنت کی تعریف: سنت کا لغوی معنی ہوتا ہے طریقہ یا راستہ۔

شرعی اصطلاح میں سنت کا مطلب ہوتا ہے جو رسول اکرم ﷺ کا طریقہ ہو اس کو ہم سنت کہتے ہیں۔

سنت کی اقسام: سنت کی تین قسمیں ہوتی ہیں: ۱۔ سنتِ قولی ۲۔ سنتِ فعلی ۳۔ سنتِ تقریری

۱۔ رسول اکرم ﷺ کا زبانی ارشاد یعنی کہ جو بات آپ نے خود اپنی زبان سے بتلائی ہو، سکھائی ہو وہ سنت قولی کہلاتا ہے۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ کا عمل یعنی کہ جو اعمال آپ نے خود کیے ہوں اسے سنت فعلی کہتے ہیں۔

۳۔ رسول اکرم ﷺ کی موجودگی میں جو کام کیا گیا ہو اور آپ نے خاموشی فرمائی ہو یعنی کہ فاعل (کرنے والے)

پر کوئی نکیر یا روک ٹوک نہ کی ہو اس کو سنت تقریری کہتے ہیں۔

رب ذو الجلال عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے نبی آپ کہہ دیں کہ اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ بھی تم سے الفت رکھے گا اور وہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے'' [آل عمران: ۳۱]

ایک دوسرے مقام پر اللہ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

''جس نے رسول کا حکم مانا گویا کہ اُس نے اللہ کا حکم مانا'' [النساء: ۸۰]

محترم قارئین! اس دار فانی میں جب کوئی بندہ کسی انسان سے محبت کرنے لگتا ہے تو اپنے محبوب کے نقش قدم پر چلنے لگتا ہے، اس کے ادوات و اعمال کو اپنانا شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ اپنے محبوب کی محبت میں وہ ایسے کام بھی انجام دیتا ہے جو اسے ناپسند ہو، تو اسی طرح سے ہر ایک مسلمان اپنے آخری نبی ﷺ سے محبت کرنے کا داعی ہوتا ہے چنانچہ محبت کا مطلب تو یہی ہوا کہ ان کے تمام حکم کو دل و جان سے اپنانا چاہیے، ان پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنی چاہیے پھر جب بات آتی ہے سنت پر چلنے کی تو وہ سارے رسول سے محبت کے داعی کہاں غائب ہو جاتے ہیں؟ کیا کچھ لوگوں نے نبی کے نام پر جشن منانے کو اپنا دین سمجھ لیا ہے؟ کیا بارہ ربیع الاول کو آپ کا جنم دن منانے کو آپ کی فرمانبرداری سمجھ لیا؟ کیا یہ انسانوں کے لیے خسارے کا سامان نہیں ہے؟

مسلمانو! یاد رکھو اگر رسول سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، اس کے رسول کی اطاعت کرو، صحیح احادیث پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی بسر کرو، اسی میں کامیابی کی ضمانت ہے ورنہ نبی کے نام پر ڈھول بجانے سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے، ایسے اعمال سے بچو جن کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں، جن کا نبی کریم ﷺ سے کوئی واسطہ نہیں اور افسوس کہ آج کا مسلمان اپنی ساری زندگی بدعات و خرافات انجام دیتے ہوئے گزار رہا ہے لیکن اسے اتنی توفیق نہیں ملتی کہ قرآن و حدیث کا خود براہِ راست مطالعہ کرے، جو عمل باپ دادا کرتے آ رہے ہیں ان امور کا کوئی تعلق دین اسلام سے ہے بھی یا نہیں؟ کیونکہ غم اس بات کا نہیں ہے کہ لوگ بدعت پر عمل کر رہے ہیں بلکہ غم تو اس بات کا ہے کہ لوگ بدعت کو سنت سمجھ کر انجام دے رہے ہیں۔

میری تمام مسلمانوں سے یہ گزارش ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں کہ جو عمل آپ دین کا حصہ سمجھ کر انجام دے

رہے ہیں اس کا طریقہ ہمارے نبی کے طریقے سے ملتا بھی ہے یا نہیں؟ لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہمارے نبی کی صحیح اور ثابت شدہ سنتوں پر عمل کریں۔

سنت کی اہمیت: آپ میں سے کس کا اللہ کے دربار میں کتنا مقام و مرتبہ ہے، اس کا دار و مدار بھی رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری پر ہے یعنی کہ جس قدر آپ نبی ﷺ کی سنتوں کے پیروکار رہوں گے اتنا زیادہ اللہ کے یہاں لائق و قابل احترام ہوں گے۔ لیکن افسوس کہ سنت پر عمل کرنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہی ہے کیونکہ آج سنت کے مقابلے میں انسان سونا چاندی اور روپیہ پیسہ کو زیادہ بلکہ بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ میں یہ بات بالکل دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اگر لوگوں سے یہ کہا جائے کہ جو شخص ایک سنت پر عمل کرے گا تو اسے ایک بڑی رقم دی جائے گی تو آپ دیکھیں گے کہ تمام لوگ اپنی زندگی کے تمام معمولات میں صبح سے لے کر شام تک زیادہ سے زیادہ سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ انہیں ایک ایک سنت پر عمل کرنے کے بدلے میں مال و دولت نظر آ رہا ہوگا۔ لیکن یہ مال و دولت کے پجاری یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ کیا یہ مال اس وقت آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکے گا جب آپ کو قبر میں لٹا دیا جائے گا، آپ کی سانسیں بند ہوں گی اور آپ پر مٹی ڈال کر لوگ تنہا چھوڑ جائیں گے؟

اللہ فرماتا ہے:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾

''یعنی کہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے'' [الاعلیٰ: ۱۶۔ ۱۷]

سنت پر عمل کرنے کے فائدے:

سنت پر عمل پیرا ہونے سے بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔

فرائض میں جو کمی رہ جاتی ہے وہ ان سنتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے پوری کر دی جاتی ہے۔

اتباعِ سنت کی بنا پر انسان بدعت سے محفوظ رہتا ہے۔

سنت کی پیروی کرنا شعائرِ الٰہی کے احترام کا حصہ ہے۔

سنت پر علم کرنے والا انسان اللہ کے یہاں ہمیشہ محبوب ہوتا ہے۔

سنت پر عمل کرنے سے زندگی خوشگوار بنتی ہے۔

ان سب کے علاوہ بھی سنت پر عمل کرنے کے بے شمار فائدے ہیں۔

آپ غور فکر کریں گے تو معلوم ہوگا کہ قرآن میں نماز ادا کرو، زکاۃ ادا کرو، روزے رکھو، استطاعت ہونے پر حج کرو وغیرہ کے تعلق سے آپ کو دیکھنے کو ملے گا لیکن نماز کب اور کتنی رکعتیں پڑھنی ہیں؟ رکوع اور سجود میں کون سی دعا پڑھنی ہے؟ زکاۃ کب واجب ہوتی ہے؟ روزے کے مسائل کیا ہیں؟ اسی طرح سے حج کے مسائل کہ منیٰ میں کتنی راتیں گزارنی ہیں؟ عرفات میں کتنی راتیں گزاریں گے؟ وغیرہ یہ سب تفصیلات ہمیں کون بتائے گا؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی عالم یا مفتی بتا دے گا تو یہاں پر میں واضح کردوں کہ کوئی عالم یا مفتی اپنی جانب سے یا اندازہ لگا کر آپ کو نہیں بتاتے بلکہ سنتوں کا رخ کرتے ہیں، سنتوں کا خاص مطالعہ کرتے ہیں تب کہیں جا کر آپ تک مسائل کا حل پہنچتا ہے۔ لہٰذا سنت کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنی اپنی زندگیوں میں نافذ کریں کیونکہ جس طرح عبادات (نماز، روزہ، حج وغیرہ) میں اتباعِ سنت مطلوب ہے اسی طرح اخلاق وکردار، کاروبار، حقوق العباد اور دیگر معاملات میں بھی اتباعِ سنت مطلوب ہے۔ گویا اپنی پوری زندگی میں خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، مسجد کے اندر ہو یا مسجد کے باہر، بیوی بچوں کے ساتھ ہو یا دوست احباب کے ساتھ، ہر وقت اور ہر جگہ سنت کی پیروی مطلوب ہے۔ مختصر یہ کہ سنت کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔

سنت پر عمل کرنا واجب ہے: اللہ رب العزت پارہ ۲۸ سورہ الحشر کی آیت نمبر ۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

''یعنی کہ اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ عطا کریں وہ لے لو اور جس سے منع کردیں اس سے دور رہو'' [الحشر:۷]

اسی طرح سے ایک حدیث ہے کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ''

''یعنی کہ تمہارے اوپر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے'' [ابی داؤد:٤٥٠٧]

معلوم یہ ہوا کہ سنت کو نظر انداز کرنے سے ایک انسان کامل مومن ہو ہی نہیں سکتا ایک انسان کے مکمل مومن ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تمام سنتوں کا اعتراف کرے اور ان کو دل وجان سے اپنانے کی کوشش کرے۔

آیئے ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنواریں گے۔ ان شاء اللہ

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ سنت کو اپنی زندگیوں میں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

زیادتئ ثقہ کے قبول و رد سے متعلق محدثین کا موقف

کفایت اللہ سنابلی

محدثین کا موقف:

زیادتی ثقہ سے متعلق محدثین کے یہاں کوئی مخصوص ضابطہ یا قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ محدثین اس کے قبول و رد کا فیصلہ قرائن کی بنیاد پر کرتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ اہل فن نے اس بابت مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے کہ زیادتی ثقہ کو علی الاطلاق قبول کیا جائے گا، لیکن یہ قول شاذ و متروک ہے نیز مجہول لوگوں کی طرف منسوب ہے اہل فن نے یہ قول ذکر تو کیا ہے لیکن اس کے قائلین کون ہیں؟ اس بارے میں کسی ایک بھی محدث کا نام یا اس کا طرزِ عمل محفوظ نہیں ہے جو اس موقف کا حامل ہو اور اس پر عمل کیا ہو بلکہ بعض اہل علم نے تو اسے سرے سے محدثین کا موقف ماناہی نہیں ہے بلکہ اسے فقہاء کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور بعض نے محدثین میں سے امام ابن حبان اور خطیب بغدادی وغیرہ کے نام گنائے ہیں لیکن یہ غلط انتساب ہے کیونکہ یہ لوگ بھی اس متروک وشاذ موقف کے حامی نہ تھے جیسا کہ ان کی دیگر تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔

الغرض یہ کہ زیادتی ثقہ سے متعلق محدثین وائمۂ نقد کا موقف یہی ہے کہ اس کے قبول ورد میں قرائن کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ آگے ہم محدثین کی تصریحات پیش کریں گے۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں پر ایک اہم نکتہ کی وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے اور وہ یہ کہ ائمہ ناقدین جب کسی سچے ودیندار راوی کو ضعیف یا سیء الحفظ کہتے ہیں تو اس کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ وہ دیگر ثقہ یا ثقات کے خلاف روایات کرتے ہوئے پایا جاتا ہے مثلاً منقطع کو متصل بنا کر یا موقوف کو مرفوع بنا کر یا مرسل کو موصول بنا کر۔ چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) نے کہا:

”فإن كـان الثَّبـتُ أرسَـلَه مثلاً والواهي وصَلَه، فلا عبرة بوصلِه لأمرين: لـضعفِ راويه، ولأنه معـلـولٌ بـإرسـال الثَّبـت لـه. ثـم اعـلـمْ أنَّ أكثرَ المتكلَّمِ فيهم ما ضعَّفهم الحُفَّاظُ إلا لمخالفتهم للأثبات. وإن كان الحديثُ قد رَوَاه الثَّبتُ بإسنادٍ، أو وَقَفَه، أو أَرسَلَه، ورفقاؤه الأثباتُ يُخالفونه:

فـالـعِبـرـةُ بـما اجتَمَع عليه الثقاتُ، فإنَّ الواحد قد يَغلَط. وهنا قد ترجَّح ظهورُ غَلَطِه، فلا تعليل، والعِبرةُ بالجماع"

''اگر ثقہ وثبت کسی حدیث کو مرسل بیان کرے اور ضعیف راوی اسے موصول بیان کرے تو دو اسباب کی بنا پر موصول کا اعتبار نہیں ہوگا: ایک یہ کہ موصول بیان کرنے والا راوی ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ یہ معلول ہے کیونکہ ایک ثقہ وثبت نے مرسل بیان کیا ہے۔ اور یہ بات جان لیں کہ اکثر وہ رواۃ جن پر کلام کیا گیا ہے تو حفاظ نے انہیں اسی لیے ضعیف کہا کیونکہ انہوں نے ثقات واثبات کی مخالفت کی۔ اور اگر کسی حدیث کو ثقہ وثبت نے مسند یا موقوف یا مرسل بیان کیا لیکن اس کے دیگر ثقہ وثبت ساتھی اس کی مخالفت کریں تو اعتبار اس سند کا ہوگا جس پر ایک جماعت متفق ہے کیونکہ ایک شخص سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اور یہاں غلطی کا ظاہر ہونا ہی راجح ہے لہٰذا یہاں تعلیل کی صورت نہیں بلکہ یہاں جماعت (کے بیان) کا اعتبار ہوگا'' [الموقظة فی علم مصطلح الحدیث: ص:۵۲]

یعنی رواۃ کے حفظ سے متعلق اکثر محدثین نے جو جرح کی ہے تو اس کی وجہ راوی کی زیادتی ہی ہے۔

بلکہ بعض محدثین نے تو جرح کرتے ہوئے راوی کے اس عیب کی صراحت کرتے ہوئے جرح کی ہے، چنانچہ:

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵ھ) نے ایک راوی پر جرح کرتے ہوئے کہا:

"ولیس بالقوی یحدث بأحادیث یسندها ویوقفها غیره"

''یہ راوی قوی نہیں ہے یہ ایسی احادیث کو مرفوع بیان کر دیتا ہے جسے دوسرے لوگ موقوف بیان کرتے ہیں''

[سؤالات الحاکم للدارقطنی:ص:۲۱۵]

اس قول میں غور کریں کہ امام دارقطنی نے راوی کو صرف "لیـس بـالقوی" نہیں کہا بلکہ اس کی وجہ بھی بیان کر دی اور وہ یہ کہ یہ زیادتی بیان کرتا ہے۔

یہ حقیقت سامنے آنے کے بعد جو لوگ زیادتی ثقہ کو مطلق طور پر قبول کرتے ہیں ان کی نظر میں محدثین کے اقوال جرح وتعدیل بھی مشتبہ ہو جانے چاہیے کیونکہ اکثر ان کی بنیاد راوی کی زیادتی ہی ہوتی ہے۔

اصولِ حدیث میں ظاہریت:

ماضی میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ فقہ واستنباط میں بس ظاہر ہی کو دیکھتے تھے اور اسی کے مطابق فیصلے صادر فرما دیتے تھے امت نے ان کے اس طرز عمل کو پسند نہیں کیا بلکہ انہیں اہل ظاہر کہا، کچھ اسی طرح کی ظاہریت کا مظاہرہ کچھ لوگ اصول

حدیث میں بھی کرتے ہیں اور محض ظاہری سند اور بظاہر اس کی صحت دیکھ کر یہ فیصلہ کر بیٹھتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے۔ جو لوگ زیادتی ثقہ کو مطلق طور پر قبول کرتے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہیں اور بعض محدثین نے اس کی صراحت بھی کی ہے، چنانچہ:

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ (المتوفی ۷۰۲ھ) نے کہا:

”إن من حكى عن أهل الحديث أو أكثرهم أنه إذا تعارض رواية مرسل ومسند، أو واقف و رافع، أو ناقص وزائد :أن الحكم للزائد، فلم يصب في هذا الإطلاق، فإن ذلك ليس قانونا مطردا ،وبمراجعة أحكامهم الجزئية تعرف صواب ما نقول، وأقرب الناس إلى اطراد هذه القواعد بعض أهل الظاهر“

”یقیناً جس نے محدثین سے یا ان کی اکثریت سے یہ نقل کیا کہ جب مرسل اور مسند یا مرفوع اور موقوف یا کمی وبیشی کا تعارض ہو تو زیادتی کرنے والی کی بات پر فیصلہ ہوگا تو اس نے اس طرح کی مطلق بات کہہ کر صحیح نہیں کیا کیونکہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور محدثین کے جزئی احکامات کا مراجعہ کریں تو آپ کو میری بات کی درستی معلوم ہو جائے گی۔ اور سب سے زیادہ جو لوگ اس طرح کے قواعد کو قاعدہ کلیہ سمجھ بیٹھتے ہیں وہ بعض اہل ظاہر ہیں“ [شرح الإلمام بأحاديث الأحكام لابن دقيق العيد: ٦٠ - ٦١]

عرض ہے کہ شیخ الاسلام ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بہت ہی خوبصورت بات کہی ہے کہ ہر جگہ زیادتی ثقہ کو قبول کر لینا یا اسے عام قاعدہ سمجھنا اہل ظاہر کا کام ہے چنانچہ آگے ہم ایک مثال ذکر کریں گے جس میں زیادتی ثقہ کو محدثین نے رد کر دیا لیکن ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے اصول حدیث میں بھی ظاہریت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے قبول کر لیا ہے، قارئین منتظر رہیں۔

قرائن کی روشنی میں زیادتی ثقہ کے مردود ہونے پر اہلِ فن کی تصریحات:

اوپر ہم واضح کر چکے ہیں کہ زیادتی ثقہ سے متعلق محدثین کے یہاں کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ محدثین قرائن کی روشنی میں ہر حدیث کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں، ذیل میں اس بابت ہم چوٹی کے محدثین کے اقوال پیش کرتے ہیں:

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۴ھ) نے کہا:

”ويكون إذا شَرِك أحداً من الحفاظ في حديث لم يخالفه، فإن خالفه وُجد حديثه أنقصَ :

كانت في هذه دلائل على صحة مخرج حديثه. ومتى ما خالف ما وصفت أضرَّ بحديثه، حتى لا يسع أحداً منهم قبول مرسله.قال :وإذا وجدت الدلائل بصحة حديثه بما وصفت أحببنا أن نقبل مرسله"

''اور ارسال کرنے والا اگر کسی حدیث کی روایت میں حفاظ کے ساتھ ہوتو اس حدیث کی روایت میں وہ مخالفت نہ کرے۔اور اگر مخالفت کرے تو اس کی حدیث میں نقص (کمی) ہی ہو (زیادتی نہ ہو)۔تو ان صورتوں میں اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس کی حدیث کا ماخذ صحیح ہے اور جب مرسل بیان کرنے والا اس طرح کی مخالفت کردے جسے میں نے بیان کیا ہے (یعنی حفاظ کے ساتھ کسی حدیث کی روایت کرے اور کچھ اضافہ کرکے مخالفت کرے) تو یہ چیز اس کی حدیث کے لیے نقصان دہ ہے''[الرسالة للشافعي: ١/٤٦٣]

امام ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۴ھ) امام شافعی رحمہ اللہ کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهذا دليل من الشافعي رضي الله عنه علىٰ أن زيادة الثقة عنده لا يلزم أن تكون مقبولة مطلقاً، كما يقوله كثير من الفقهاء من أصحابه وغيرهم، فإنه اعتبر أن يكون حديث هذا المخالف أنقص من حديث من خالفه ولم يعتبر المخالف بالزيادة وجعل نقصان هذا الرواى من الحديث دليلاً علىٰ صحة مخرج حديثه، وأخبر أنه متى خالف ما وصف أضر ذلک بحديثه، ولو كانت الزيادة عنده مقبولة مطلقاً لم يكن مخالفته بالزيادة مضراً بحديثه"

''امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف سے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک زیادتی ثقہ کی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ علی الاطلاق قابل قبول ہو جیسا کہ ان کے ماننے والے بہت سے فقہاء وغیرہ کہتے ہیں۔ کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بات کا اعتبار کیا ہے کہ یہ راوی جب روایت کرتے ہوئے مخالفت کرے تو اس کی حدیث اس راوی کی حدیث سے کم و ناقص ہو جس کی یہ مخالفت کر رہا ہے۔اور اگر یہ زیادتی و اضافہ کرکے مخالفت کرے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے۔اور امام شافعی رحمہ اللہ نے راوی کی طرف سے (مخالفت میں) ناقص بیان کردہ حدیث کو اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ اس کا ماخذ صحیح ہے اور کہا کہ اگر زیادتی و اضافہ کرکے مخالفت کرے گا تو یہ چیز اس کی حدیث کے لیے نقصان دہ ہے۔معلوم ہوا کہ اگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہوتی تو آپ زیادتی و اضافہ کے ساتھ راوی کی مخالفت کو اس کی حدیث کے لیے مضر نہیں سمجھتے''[الصارم المنكي في الرد على السبكي لابن

عبدالهادي:ص:١٠٩]

یاد ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ سب کچھ مرسل کی قبولیت کے ضمن میں کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ارسال کرنے والا بذات خود ثقہ ہوگا ورنہ اگر ارسال کرنے والا ہی ضعیف ہو تو اس کی مرسل حدیث صرف مرسل ہی نہیں بلکہ ضعیف ہو جائے گی اور مرسل کی قبولیت کی بحث سے خارج ہو جائے گی۔

مزید یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسل کے بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ:

”إذا سمى من روى عنه لم يسمِّى مجهولاً ولا مرغوباً عن الرواية عنه“

”یعنی جب ارسال کرنے والا اپنے شیخ کا نام لے تو وہ مجہول یا متروک الحدیث نہ ہو“[الرسالة للشافعي: ٤٦٣/١]

حالانکہ ارسال کرنے والے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ قید نہیں لگائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اسی مرسل حدیث کی بات کر رہے ہیں جو بحیثیت مرسل ثابت شدہ ہو یعنی اسے بیان کرنے والا ثقہ ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۴ھ) نے دوسرے مقام پر کہا:

”إِنَّمَا يُغَلَّطُ الرَّجُلُ بِخِلَافِ مَنْ هُوَ أَحْفَظُ مِنْهُ، أَوْ يَأْتِي بِشَيْءٍ فِي الْحَدِيثِ يُشْرِكُهُ فِيهِ مَنْ لَمْ يَحْفَظْ مِنْهُ مَا حَفِظَ، وَهُمْ عَدَدٌ، وَهُوَ مُنْفَرِدٌ“

”جب راوی اپنے سے احفظ کے خلاف روایت کرے تو اس کی تغلیط کی جائے گی یا اس وقت اس کی تغلیط کی جائے گی جب وہ اپنی روایت کردہ حدیث میں کوئی ایسی بات بیان کرے کہ اسی حدیث کو روایت کرنے والے دوسرے رواۃ اسے بیان نہ کریں اور یہ دوسرے رواۃ کئی تعداد میں ہوں جبکہ وہ منفرد ہو“[اختلاف الحديث (مطبوع ملحقا بالأم للشافعي: ٦٧٤/٨]

(۲) امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳ھ) نے کہا:

”عيسٰى بن يونس يسند حديثا عن هشام عن أبيه عن عائشة أن النبي صلى الله عليه و سلم كان يقبل الهدية ولا يأكل الصدقة والناس يحدثون به مرسلا“

”عیسیٰ بن یونس ایک حدیث کو ہشام عن ابیہ عن عائشہ کے طریق سے مرفوع بیان کرتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہدیہ قبول کرتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ لیکن دیگر رواۃ اسے مرسلاً بیان کرتے ہیں“[تاريخ ابن معين، رواية الدوري: ٢٨/٤]

(۳) امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶ھ) نے کہا:

وَرَوَى أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَوْ غَيْرِهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، زَادَ فِيهِ: وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا ......''

اورابو خالد نے ابن عجلان عن زید بن اسلم او غیرہ عن ابی صالح عن ابی ہریرہ کے طریق سے نقل کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے بنایا گیا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اوراس نے اس میں یہ اضافہ کردیا اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔۔'' [القراء ة خلف الإمام للبخاری :ص:٦٣]

امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے مزید بحث کر کے ثقہ کی اس زیادتی کو مردود قرار دیا ہے۔

(۴) امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱) نے کہا:

''أَن يـروى نفر من حفاظ النَّاس حَدثنَا عَن مثل الزُّهْرِيّ أَو غَيره من الائمة بِإِسْنَاد وَاحِد وَمتْن وَاحِـد مـجتـمـعـون عـلى رِوَايَته فِي الاسناد والمتن لَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ فِي معنى فيرويه آخر سواهُم عَمَّن حدث عَنهُ النَّفر الَّذين وصفناهم بِعَيْنِه فيخالفهم فِي الاسناد أَو يقلب الْمَتْن فَيَجْعَلهُ بِخِلَاف مَـا حـكـى مـن وَصـفنَا من الْحفاظ فَيعلم حِينَئِذٍ أَن الصَّحِيح من الرِّوَايَتَيْنِ مَا حدث الْجَمَاعَة من الْحـفـاظ دون الْـوَاحِـد الْـمُـنْـفَرد وان كَانَ حَافِظًا على هَذَا الْمَذْهَب رَأينَا أهل الْعلم بِالْحَدِيثِ يـحـكـمـون فِـي الحَدِيث مثل شُعْبَة وسُفْيَان بن عيينه وَيحيى بن سعيد وَعبد الرَّحْمَن بن مهْدي وَغَيرهم من أَئِمَّة أهل الْعلم''

''اگر حفاظ محدثین کی ایک جماعت امام زہری یا ان جیسے ائمہ سے ایک ہی سند اور ایک ہی متن سے کوئی روایت نقل کرے، یہ سب کے سب اس روایت کو نقل کرنے میں سند اور متن کے لحاظ سے متفق ہوں اور کسی معنی میں کوئی اختلاف نہ کریں، ایسے میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا اسی روایت کو اسی استاذ سے بیان کرے جس سے بعینہٖ مذکورہ جماعت نے بیان کیا ہو اور سند میں مخالفت کرے یا متن کو پلٹ دے اور اسے مذکورہ حفاظ کی جماعت کے خلاف بنادے، تو ایسی صورت میں جان لیا جائے گا کہ دونوں طرح کی روایات میں صحیح وہ روایت ہے جسے حفاظ کی جماعت نے ایک اکیلے شخص کے مخالف بیان کیا ہے گرچہ یہ اکیلا شخص حافظ ہی کیوں نہ ہو۔ ہم نے اسی موقف پر محدثین کو گامزن پایا ہے جیسے امام شعبہ، امام سفیان بن عیینہ، امام یحیٰی بن سعید اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم'' [التمییز لمسلم :ص:۱۷۲]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وَالتَّحْقِيقُ أَنَّهُمَا لَيْسَ لَهُمَا فِي تَقْدِيمِ الْوَصْلِ عَمَلٌ مُطَّرِدٌ بَلْ هُوَ دَائِرٌ مَعَ الْقَرِينَةِ فَمَهْمَا تَرَجَّحَ بِهَا اعْتَمَدَاهُ وَإِلَّا فَكَمْ حَدِيثٍ أَعْرَضَا عَنْ تَصْحِيحِهِ لِلِاخْتِلَافِ فِي وَصْلِهِ وَإِرْسَالِهِ“

”صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے یہاں موصول کو مقدم کرنے کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اس کا دارومدار قرائن پر ہے، پس جب ان کے نزدیک روایت کا موصول ہونا (قرائن کی روشنی میں) راجح قرار پاتا ہے تبھی وہ اس پر اعتماد کرتے ہیں، ورنہ کتنی ایسی احادیث ہیں جنہیں امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے صحیح نہیں قرار دیا کیونکہ اسے موصول اور مرسل بیان کرنے میں رواۃ نے اختلاف کیا“ [فتح الباری لابن حجر: ۲۰۳/۱۰]

(۵) امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵ھ) نے کہا:

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بہت سارے مقامات پر ثقہ کی زیادتی رد کردی ہے اور اس کی بہت ساری مثالیں ان کی کتب بالخصوص علل میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۶) امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ (المتوفی ۷۰۲ھ) نے کہا:

”إن من حكى عن أهل الحديث أو أكثرهم أنه إذا تعارض رواية مرسل ومسند ، أو واقف و رافع ، أو ناقص وزائد :أن الحكم للزائد ، فلم يصب في هذا الإطلاق، فإن ذلك ليس قانونا مطردا ،وبمراجعة أحكامهم الجزئية تعرف صواب ما نقول، وأقرب الناس إلى اطراد هذه القواعد بعض أهل الظاهر“

”یقیناً جس نے محدثین سے یا ان کی اکثریت سے یہ نقل کیا کہ جب مرسل اور مسند یا مرفوع اور موقوف یا کمی وبیشی کا تعارض ہو تو زیادتی کرنے والی کی بات پر فیصلہ ہوگا تو اس نے اس طرح کی مطلق بات کہہ کر صحیح نہیں کیا کیونکہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور محدثین کے جزئی احکامات کا مراجعہ کریں تو آپ کو میری بات کی درستی معلوم ہوجائے گی۔ اور سب سے زیادہ جو لوگ اس طرح کے قواعد کو قاعدہ کلیہ سمجھ بیٹھتے ہیں وہ بعض اہل ظاہر ہیں“ [شرح الإلمام بأحاديث الأحكام لابن دقيق العيد: ۶۰ـ۶۱]

(۷) امام ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۴ھ) نے کہا:

”فإن قيل: قد رواها نعيم المجمر وهو ثقة والزيادة من الثقة مقبولة قلنا: ليس ذلك مجمعا عليه بل فيه خلاف مشهور فمن الناس من يقبل زيادة الثقة مطلقا ومنهم من لا يقبلها والصحيح التفصيل وهو أنها تقبل في موضع دون موضع فتقبل إذا كان الراوي الذي رواها ثقة حافظا ثبتا

والذی لم یذکرها مثله أو دونه فی الثقة کما قبل الناس زیادة مالک بن أنس قوله:من المسلمین فی صدقة الفطر واحتج بها أکثر العلماء وتقبل فی موضع آخر لقرائن تخصها ومن حکم فی ذلک حکما عاما فقد غلط بل کل زیادة لها حکم یخصها“

”اگر کہا جائے کہ اسے معمر نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے تو ہم کہیں گے کہ : یہ کوئی متفق علیہ بات نہیں ہے بلکہ اس میں مشہور اختلاف ہے چنانچہ کچھ لوگ مطلقاً زیادتی ثقہ قبول کرتے ہیں اور کچھ قبول نہیں کرتے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس بارے میں تفصیل کی جائے اور وہ یہ کہ کبھی اسے قبول کیا جائے اور کبھی قبول نہ کیا جائے۔ چنانچہ جب زیادتی کو روایت کرنے والا حافظ اور ثبت ہو اور جس نے زیادتی بیان نہیں کی ہے وہ بھی ایسا ہی ہو یا ثقاہت میں اس سے کمتر ہو تو ایسی صورت میں زیادتی قبول کی جائے گی جیسا کہ لوگوں نے امام مالک سے ”صدقۃ الفطر“ والی روایات میں ”والمسلمین“ کی زیادتی قبول کی ہے اور اکثر علماء نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اور دیگر ایسے مواقع پر بھی زیادتی ثقہ مقبول ہوگی جہاں مخصوص قرائن اس کی قبولیت کے حق میں ہوں۔ لیکن جس نے اس سلسلے میں عام فیصلہ دے دیا تو اس نے غلط کیا اور صحیح بات یہی ہے کہ ہر زیادتی کا مخصوص حکم ہے“ [نصب الراية: ۲٦١/١،نقله من کتابه فی الجهر بالبسملة]

(۸) امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) نے کہا:

”فإن کان الثَّبْتُ أرسَلَه مثلاً والواهی وصَلَه، فلا عبرة بوصلِه لأمرین :لضعفِ راویه، ولأنه معلولٌ بإرسال الثَّبْت له. ثم اعلَمْ أنَّ أکثَرَ المتکلَّمِ فیهم ما ضعَّفهم الحُفَّاظُ إلا لمخالفتهم للأثبات. وإن کان الحدیثُ قد رَوَاه الثَّبْتُ بإسنادٍ، أو وَقَفَه، أو أَرسَلَه، ورفقاؤه الأثباتُ یُخالفونه: فالعِبرةُ بما اجتَمَع علیه الثقاتُ، فإنَّ الواحد قد یَغلَط .وهنا قد ترجَّح ظهورُ غَلَطِه، فلا تعلیل، والعِبرةُ بالجماع“

”اگر ثقہ وثبت کسی حدیث کو مرسل بیان کرے اور ضعیف راوی اسے موصول بیان کرے تو دو اسباب کی بنا پر موصول کا اعتبار نہیں ہوگا ایک یہ کہ موصول بیان کرنے والا راوی ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ یہ معلول ہے کیونکہ ایک ثقہ وثبت نے مرسل بیان کیا ہے۔ اور یہ بات جان لیں کہ اکثر وہ رواۃ جن پر کلام کیا گیا ہے تو حفاظ نے انہیں اسی لیے ضعیف کہا کیونکہ انہوں نے ثقات واثبات کی مخالفت کی۔ اور اگر کسی حدیث کو ثقہ وثبت نے مسند یا موقوف یا مرسل بیان کیا لیکن اس کے دیگر ثقہ وثبت ساتھی اس کی مخالفت کریں تو اعتبار اس سند کا ہوگا جس پر ایک جماعت متفق ہے

کیونکہ ایک شخص سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اور یہاں غلطی کا ظاہر ہونا ہی راجح ہے لہٰذا یہاں تعلیل کی صورت نہیں بلکہ یہاں جماعت (کے بیان) کا اعتبار ہوگا‘‘[الموقظة فی علم مصطلح الحديث :ص:٥٢]

(۹) امام ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۱ھ) نے کہا:

”إن هذه طريقة لا تقبل مطلقا ولا ترد مطلقا يجب قولها فى موطن ويجب ردها فى موضع ويتوقف فيها فى موضع فإذا كان الأئمة الثقات الأثبات قد رفعوا الحديث أو أسندوه وخالفهم من ليس مثلهم أو شذ عنهم واحد فوقفه أو أرسله فهذا ليس بعلة فى الحديث ولا يقدح فيه والحكم لمن رفعه وأسنده وإذا كان الأمر بالعكس كحال حديث سفيان بن حسين هذا وأمثاله لم يلتفت إليه ولا إلى من خالفهم فى وقفه وإرساله ولم يعبأ به شيء ولا يصير الحديث به مرفوعا ولا مسندا ألبته وأئمة أهل الحديث كلهم على هذا فإنه إذا كان الثقات الأثبات الأئمة من أصحاب الزهرى دائما يروونه عنه موقوفا على سعيد ولم يرفعه أحد منهم مرة واحدة مع حفظهم حديث الزهرى وضبطهم له وشدة اعتنائهم به وتمييزهم بين مرفوعه وموقوفه ومرسله ومسنده ثم يجيء من لم يجر معهم فى ميدانهم ولا يدانيهم فى حفظه ولا إتقانه وصحبته للزهرى واعتنائه بحديثه وحفظه له وسؤاله عنه وعرضه عليه فيخالف هؤلاء ويزيد فيه وصلا أو رفعا أو زيادة فإنه لا يرتاب نقاد الآثار وأطباء علل الأخبار فى غلطه وسهوه ولا سبيل إلى الحكم له بالصحة والحالة هذه“

’’زیادتی ثقہ کو نہ تو مطلق قبول کیا جائے گا اور نہ ہی مطلق رد کیا جائے گا بلکہ بعض مقامات پر اس کا قبول کرنا ضروری ہوگا اور بعض مقامات پر اسے رد کرنا ضروری ہوگا اور بعض مقامات پر توقف کیا جائے گا۔ چنانچہ جب ثقہ وثبت ائمہ کسی حدیث کو مرفوع اور موصول بیان کردیں اور ان کی مخالفت وہ لوگ کریں جو ان جیسے نہیں ہیں یا ایک شخص ان کے خلاف اسے موقوف یا مرسل بیان کرے تو یہ حدیث میں کوئی علت نہیں یا موجبِ قدح نہیں ہے بلکہ دریں صورت اعتبار اس کا ہوگا جس نے مرفوع یا موصول بیان کیا ہے۔ لیکن اگر بات اس کے برعکس ہو مثلاً سفیان بن حسین یا ان جیسے لوگوں کا معاملہ ہو تو اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کی طرف جنہوں نے موقوف یا مرسل بیان کرنے میں مخالفت کی ہے، اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اس سے حدیث مرفوع یا موصول قطعاً نہ ہوگی، یہی موقف تمام محدثین کا ہے۔ چنانچہ جب امام زہری کے ثقہ ثبت شاگرد ایک حدیث کو سعید پر موقوف بیان کریں اور ان میں سے کوئی ایک بار

بھی اسے مرفوع بیان نہ کرے باوجود اس کے کہ انہوں نے امام زہری کی احادیث یاد کررکھی ہیں اوراسے ازبر کررکھا ہے اور وہ ان کے بہت قریبی ہیں نیز ان کی مرفوع وموقوف اور مرسل وموصول احادیث کی پہچان پر قادر ہیں، پھرایک دوسرا شخص ایسا آتا ہے جو ان کے میدان کا نہیں ہے اور حفظ واتقان میں بھی ان کے ہم پلہ نہیں ہے اور امام زہری کی شاگردی اور ان کی احادیث کی طلب وحفظ میں بھی وہ نہیں رہا اور نہ امام زہری سے سوال وجواب کیے۔ پھر ایسا شخص امام زہری کی حدیث میں اضافہ کرے موصول بیان کرکے یا مرفوع بیان کرکے یا کوئی اور زیادتی کرکے تو اس کی خطا وسہو سے متعلق ناقدین اور علل کے ماہرین کوئی شک نہیں کریں گے اور ایسی حالت میں اس کی حدیث کو صحیح قرار دینے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا'' [الفروسیة: ص:۲۸۲]

(۱۰) امام ابن الوزیر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۴۰ھ) نے کہا:

''الحكم في هذا لا يستمر بل يختلف باختلاف قرائن الأحوال وهو موضع اجتهاده''

''زیادتی ثقہ سے متعلق ہمیشہ کوئی ایک ہی حکم نہیں لگتا بلکہ مختلف قرائن کی روشنی میں اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور یہ اجتہادی مسئلہ ہے'' [توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار :۱/۳۱۲]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) نے کہا:

''والذي يجري على قواعد المحدثين أنهم لا يحكمون عليه بحكم مستقل من القبول والرد، بل يرجحون بالقرائن كما قدمناه في مسألة تعارض الوصل والإرسال''

''زیادتی ثقہ سے متعلق محدثین کے قواعد پر جو بات جاری ہے وہ یہ کہ محدثین زیادتی ثقہ پر قبول ورد کے اعتبار سے کوئی مستقل حکم نہیں لگاتے بلکہ قرائن کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ موصول اور مرسل کے تعارض کے مسئلہ میں ہم بیان کرچکے ہیں'' [النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر:۲/۶۸۷]

اس کے بعد آگے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو علی الاطلاق زیادتی ثقہ کے مقبول ہونے کی بات کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ معاصرین میں بھی جن کبار اہل علم نے فن حدیث پر کام کیا ہے مثلاً علامہ البانی رحمہ اللہ وہ سب کے سب یہی موقف رکھتے ہیں، ہمیں معاصرین میں فنِّ حدیث سے جڑی ہوئی ایک بھی معتبر علمی شخصیت ایسی نہیں ملی نے زیادتی ثقہ کو علی الاطلاق قبول کرنے والا موقف اختیار کیا ہو۔

☆☆☆

قسط خامس

(اُن ثقہ رواۃ کا تذکرہ جن کی توثیق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الضعفاء" میں کی ہے)

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

☆ (راوی نمبر:١٦) زید بن واقد القرشی الشامی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوعمر زید بن واقد القرشی الشامی الدمشقی رحمہ اللہ **اساتذہ:** آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) امام مکحول الشامی رحمہ اللہ (۲) امام سعید بن عبدالعزیز الدمشقی رحمہ اللہ (۳) امام حسن بن یسار البصری رحمہ اللہ

تلامذہ: آپ کے چند شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) امام ولید بن مسلم الدمشقی رحمہ اللہ (۲) امام بقیہ بن ولید الحمصی رحمہ اللہ (۳) امام یحییٰ بن حمزہ الدمشقی رحمہ اللہ

امام دارقطنی رحمہ اللہ موصوف کے بیٹے عبدالخالق بن زید الدمشقی کے ترجمے میں فرماتے ہیں:"وابوہ ثقۃ""عبد الخالق کے والد زید بن واقد ثقہ ہیں"[الضعفاء والمتروکون بتحقیق موفق بن عبد الله: ص:٢٨٦، ت:٣٥٨]

راقم کہتا ہے کہ زید بن واقد القرشی رحمہ اللہ کا ترجمہ"الکمال للمقدسی"اور"تہذیب الکمال للمزی"میں موجود ہے۔امام مقدسی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن امام مزی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر کیا ہے۔الحمدللہ

آپ رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابوداود اور سنن نسائی وغیرہ کے راوی ہیں۔دیکھیں:[الکمال للمقدسی بتحقیق شادی:٨٣/٥، ت:٢٧٥٤، وتهذيب الكمال للمزی بتحقیق بشار:١٠٨/١٠، ت:٢١٣٠]

زید بن واقد القرشی رحمہ اللہ کی بابت چند ائمہ کرام کے اقوال:

۱۔امام ابوزکریا یحییٰ بن معین البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳ھ)"ثِقَة""آپ ثقہ ہیں"[تاريخ ابن معين (رواية الدارمی) بتحقيق احمد محمد : ص:١١٢، ت:٣٤١]

۲۔امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴ھ)"من متقنی اهل الشام، وكان شيخا صالحا""آپ اہل شام کے متقن لوگوں میں سے تھے اور نیک شیخ تھے"[مشاهير علماء الامصار بتحقيق مرزوق علی إبراهيم :ص:٢٨٥، ت:١٤٢٠]

۳۔امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ)"من كبار اصحاب مكحول، ثقة""امام مکحول کے کبار اصحاب میں سے تھے اور ثقہ تھے"[الكاشف بتحقيق محمد عوامة:٤١٩/١، ت:١٧٥٧]

مزید اقوال کے لیے دیکھیں:[تهذيب الكمال للمزی بتحقيق بشار:١٠٨/١٠، ت:٢١٣٠]

(راوی نمبر:۱۷) عیسیٰ بن میمون المکی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوموسیٰ عیسیٰ بن میمون الجرشی المکی رحمہ اللہ **اساتذہ:** آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ بن یسار المکی رحمہ اللہ (۲) امام مجاہد بن جبر المکی رحمہ اللہ (۳) قیس بن سعد المکی رحمہ اللہ

تلامذہ: آپ کے چند شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) امام سفیان بن سعید البصری رحمہ اللہ (۲) امام سفیان بن عیینہ المکی رحمہ اللہ (۳) امام ضحاک بن مخلد البصری رحمہ اللہ

امام دارقطنی رحمہ اللہ عیسی بن میمون مدنی کے ترجمے میں فرماتے ہیں: **"فاما عیسی بن میمون المکی فھو ثقة، یعرف بابن دایه"** ''رہی بات عیسیٰ بن میمون المکی رحمہ اللہ کی تو وہ ثقہ ہیں، ابن دایہ کے نام سے معروف ہیں'' [الضعفاء والمتروکون بتحقیق موفق بن عبد الله: ص:٣١٦، ت:٤١٤]

راقم کہتا ہے کہ عیسی بن میمون المکی رحمہ اللہ کا ترجمہ ''تہذیب الکمال للمزی'' میں موجود ہے لیکن امام مزی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ہاں! امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی توثیق کا ذکر کیا ہے۔ الحمدللہ

آپ رحمہ اللہ مسند ابوداؤد الطیالسی، السنہ للمروزی اور الناسخ والمنسوخ لابی داؤد وغیرہ کے راوی ہیں۔

دیکھیں: [تهذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار:٤٦/٢٣، ت:٤٦٦٦، و مسند ابی داؤد الطیالسی بتحقیق محمد الترکی :٢٧٥/٣، ح:١٨٠٨، و السنة للمروزی بتحقیق سالم احمد السلفی : ص:٩٣، ح:٣٣٦]

عیسیٰ بن میمون المکی رحمہ اللہ کی بابت چند ائمہ کرام کے اقوال:

۱۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳ھ) **"لَيْسَ بِهِ بَأْس"** ''آپ میں کوئی حرج نہیں ہے'' [تاریخ ابن معین (روایة الدوری) بتحقیق احمد محمد:١٨١/٤، ت:٣٨٣٢]

۲۔ امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷ھ) **"ھو ثقة"** ''آپ ثقہ ہیں'' [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:٢٨٨/٦، ت:١٥٩٦]

۳۔ امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) **"ثقة"** ''آپ ثقہ ہیں'' [تقریب التهذیب بتحقیق محمد عوامة ،ص:٤٤١، ت:٥٣٣٤]

مزید اقوال کے لیے دیکھیں: [تهذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار عواد:٤٦/٢٣، ت:٤٦٦٦]

جاری............ان شاءاللہ

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ہیلپ لائن

IIC HELPLINE

WHATSAPP HELPLINE NO. — واٹس ایپ ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 7837 | 808080 18 82

مذکورہ نمبرات پر اسلام کے متعلق کوئی بھی سوال (تحریری، آڈیو، ویڈیو) میں پوچھیں اور دلیل کے ساتھ جواب حاصل کریں۔

Send Your islamic (Text,Audio,Video) Questions & Get Authentic Reply With References.

PHONE HELPLINE NO. — فون ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 7837 | 808080 18 82

مذکورہ تینوں نمبرات پر فون سے رابطہ کریں اور اسلامی سوالوں کے جواب حاصل کریں۔

Call On These Numburs For islamic Questions & Get Authentic Reply

FATAWAA — فتاویٰ

وراثت، نکاح، طلاق، خلع و دیگر اہم مسائل کے تحریری فتاوے حاصل کریں،

تحریری سوالات بدست دیں یا بذریعہ ایمیل یا ڈاک بھیجیں۔

Send Your Written Questions By Hand/Post/Email & Get Written Fatawa On Virasat, Nikah, Talaq, Khula Etc... (Email : iicmumbaifatwa@gmail.com)

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836, 8080807837

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

مسلمانوں کے لئے بہترین تحفہ

قرآن سمجھ کر پڑھئے اور
کوئز کا جواب دے کر انعام بھی جیتئے

جوائن کرنے کے لیے ایپلیکیشن ابھی ڈاؤنلوڈ کریں

islamic quiz iic mumbai

Quiz IIC MUMBAI

کل (۲۰۰) جیتنے والوں کو انعام

Rank	Prize
1st	25000/-
2nd	12000/-
3rd	7000/-
4th	5000/-
5th	4000/-
6th	3500/-
7th	3000/-
8th	2000/-
9th	1500/-
10th	1000/-
11th to 60th	Qur'an With Tafseer
61 to 100	Nabi ﷺ Ki Seerat Book
101 to 200	Hisnul Muslim Dua Book

سبھی شرکاء کو آن لائن سرٹیفیکیٹ سے نوازا جائے گا۔

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah
Managed by : ILM Foundation
Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post